U53108. Date- 5-1-10

Title - AZAMUL AKHLAQ (Part-2).

Creator - Habeeb Ahmad Buzurbukhi.

Publisher - Khursheed Press (Hyderabad).

Date - 1334 H.

Pages - 250.

Subject - N.A.

الحمد لله کہ اس زمان سعادت اقتران میں کتاب مستطاب

مزین و معنون باسم سامی و نام نامی شہزادہ آفاق

یعنی حصہ دوم

اعظم الاخلاق

کو

عبد ملتجی حبیب احمد برزنجی نے تالیف کرکے

شہزادہ والا جاہ عالیجناب نواب میر حامد علیخان بہادر دام اقبالہ کے نذر کی

۱۳۳۴ ہجری

بار اول تعداد طبع (۱۰۰۰) (مطبوعہ خورشید پریس [illegible])

تقریظ عالیجناب ذو الفضائل والفواضل المولانا المجد مولوی حافظ غلام محمد صاحب خطیب مکہ مسجد

برکتاب قوانین الانتظام لممالک النظام معہ مقدمہ و کتاب منتہی الکلام فی اطاعۃ حضور النظام معہ مقدمہ تالیف جناب مولانا مولوی ابو حبیب سید احمد صاحب صابری عم فیضہ

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین ۔

اما بعد پوشیدہ نہ رہے کہ نظام عالم کی بنیاد حسن معاشرت اتحاد باہمی مساوات اور مواسات کے پاک و بے لوث اصولوں پر رکھی گئی ہے جب کسی ملک کا تمدن اصول نظام سے انحراف پاتا ہے اخلاقی حالت خراب ہو جاتی ہے ہمدردی و موانست کا سلسلہ ٹوٹ جاتا ہے تو وہاں طرح طرح کی خرابیاں اور بے عنوانیاں ظہور پذیر ہوتی ہیں امن و سکون معرض خطر میں پڑ جاتے ہیں فساد اور فتنہ کی آگ بھڑک اٹھتی ہے شور و شر کے امن سوز شعلے بلند ہو جاتے ہیں حقیقی آرام و عیش صفحہ ہستی سے مٹ جاتے ہیں اور جہاں کا تمدن عمدہ معاشرت اچھی ہوتی ہے وہاں عیش و آرام امن و اطمینان کے سایہ میں لوگ منازل زندگی طے کرتے ہیں بے غمی اور فارغ البالی کی آرام دہ بساط پر میٹھی نیند سوتے ہیں پادشاہ و رعیت کا دل مسرور ملک آباد خزاین معمور ہوتے ہیں آسمان سے خدا کی رحمت نازل ہوتی ہے مواسات و غمخواری کا رشتہ دراز محبت اور موانست کا دائرہ وسیع اتحاد و اتفاق کی رسی مضبوط ہوتی ہے غرض دنیا کی آبادی ملک کی سرسبزی و شادابی صرف حسن انتظام معاشرت کی خوبی سے وابستہ ہے اور حسن انتظام کا دار و مدار تمدنی اصولوں کی خوبی و عمدگی پر موقوف ہے جن کا سرچشمہ اسلام اور صرف اسلام ہے اسلام نے جس تاکید و خوبی اور وضاحت سے اصول مواسات اور قوانین معاشرت بتلائے ہیں دنیا میں کوئی مذہب اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا ۔ تمدن عالم کی تاریخ بہت قدیم اور اس کے اوراق عجائب و غرائب روزگار سے پر ہیں ظہور اسلام سے پہلے تمدن عالم کی جو حالت تھی وہ کتب تواریخ کے دیکھنے والوں پر مخفی نہیں ہے اور بعد ظہور اسلام تمدنی حالت میں جو جو مفید تغیرات اور اصلاحیں رونما ہوئے ہیں وہ بھی اہل سیر اور تاریخ دانوں پر ظاہر ہے جس سے ہر منصف مزاج انسان اندازہ لگا سکتا ہے کہ اسلامی تمدن نے دنیا کو کس قدر فائدہ پہنچایا ہے اور بنی نوع انسان کی کس درجہ ہمدردی و خیر خواہی کا سامان فراہم کیا ہے یوں تو اس وقت ہر ایک ملک کا تمدن بگڑا ہوا اور قابل اصلاح تھا لیکن تمدن عرب کی حالت ناگفتہ بہ اور نہایت ردی ہو گئی تھی ادنی ادنی بات پر خونریزی ہو جانا ایک معمولی بات تھی رہزنی و غارت گری و شجاعت و بہادری کے جوہر سمجھے جاتے شراب نوشی قمار بازی سخاوت کی دلیل متصور ہوتی تھی وغیرہ

وغیرہ بیماریاں جو کہ مشیت میں حسب فرمان ولکم فی الارض مستقر ومتاع الی حین قرار پا چکا تھا
کہ نظام عالم کا سلسلہ ایک خاص وقت تک ضرور قائم رکھا جائیگا اور جب تک رحمتی وسعت کل شئی
کے عام سایہ کو وما ارسلنک الا رحمۃ للعالمین کی حسن وساطت سے تمام دنیا میں پھیلایا نہ جاوے گا
سلسلہ کائنات کو اس کا نظام کیسا ہی منقطع نہ کیا جائے گا اس لیے ٹھیک ایسے وقت میں جبکہ دنیا پر جہالت و
ضلالت کی تاریک گھٹائیں چھا چکیں اور فضائے عالم میں شور و شر کی صدائیں گونج رہی تھیں آفتاب عالمتاب
اسلام کو افق ہدایت سے طلوع فرمایا جس کا پہلا عکس [illegible] ناف زمین کے بلند و سر بفلک پہاڑوں کی چوٹیاں
پر عکس انداز ہوا اور بتدریج اسکی نورانی کرنیں اطراف [illegible] کی افق پر تاباں ہوگئیں اب کیا تھا سفید و سیاہ
میں امتیازی حد قائم ہو گئی اور رفتہ رفتہ ہر چیز اپنی اصلی شکل میں نمودار ہوئی جاء الحق وزھق الباطل
کی صدائیں فضائے عالم میں گونج گئیں حق پرستی کا اعلان اور باطل پرستی کا بطلان ہو گیا بغض و عداوت کی سطریں
کاٹ دی گئیں محبت و الفت کی شاخیں ہری ہوئیں اور اس کے اصول مستحکم ہو کر واذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ کنتم اعداء ف
الف بین قلوبکم کی [illegible] شکر گزاری [illegible] کی گئی دنیا کو حیات بعد الممات کے آغوش میں
[illegible] اسلام شان و شوکت میں دن دونی رات چوگنی ترقی ہونے لگی اسلامی عز و وقار کے ساتھ ساتھ تمدن
اسلامی کا دائرہ بھی وسیع ہوتا گیا اور حسب ارشاد ولہ اسلم من فی السموات والارض طوعا وکرھا
تمام دنیا اسلام کی حلقہ بگوش بن گئی اور لیظہرہ علی الدین کلہ کی پیشین گوئی حرف بحرف پوری اتری
ہر سمت تمدن اسلام کا گرم جوشی اور تپاک کے ساتھ خیر مقدم و احترام کیا گیا ایک مدت دراز تک اسی کے
پر امن سایہ میں دنیا نے پرورش پائی اور اس کے فیض عام سے اپنے اور بیگانے یکساں مستفید ہوئے جب ناشکری
و ناسپاسی حد سے بڑھ گئی غفلت و نخوت انتہا کو پہنچ چکی اصول شرعیہ کی پابندی چھوڑ دی گئی فروع
ملیہ سے بے پروائی برتی گئی احکام [illegible] کی بے قدری ہونے لگی خود غرضی نے دلوں پر قبضہ کر لیا شعائر دینیہ
کا احترام جاتا رہا۔ حدود الٰہی سے تجاوز کیا گیا تو کبھی نہ ٹوٹنے والا قانون نافذ ہو گیا کہ ان اللہ
لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم الخ لہذا اولم یروا انا ناتی الارض ننقصھا من اطرافھا
کا ایک دوسرے رنگ میں بروز ہوا اسلامی شان و شوکت کی مضبوط [illegible] میں رخنے پڑ گئے [illegible]
[illegible] حکومت کا دائرہ تنگ ہونے لگا اور بحکم الملک والدین توامان اسلامی تمدن کا اثر بھی
تنزل پذیر ہوا۔ اب کیا تھا مخالفین اسلام کی بن آئی اسلامی تمدن پر نکتہ چینی شروع ہوئی اور اس کے خصوصیات
مٹا دینے کی جد و جہد کیجانے لگی اور اس کے خوبصورت و خوشنما چہرے کو کریہ اور بدنما شکل میں ظاہر کرنے
میں دشمنان اسلام نے کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ اگر حمایت الٰہی شامل نہ ہوتی اور حسب ارشاد لا یزال طائفہ

من امتی الحدیث محافظان ملت و خادمان شریعت اصول ملیہ کی حفاظت پر کمربستہ نہ ہوجاتے تو نہ جانے آج
احکام شرعیہ و قواعد ملیہ کا کیا حشر ہوتا اگرچہ مخالفین اسلام اپنے خاص ارادوں میں کبھی کامیاب نہیں ہوئے
اور نہ آئندہ ہوسکتے ہیں کیونکہ وانا لہ لحافظون کی برہنہ شمشیر ہر وقت ان کے سروں پر کھنچی رہتی ہے
لیکن وہ حتی الامکان اسلام کے خلاف اپنی ناپاک و متعصبانہ کوششوں سے باز نہیں آتے اور جب کبھی ان کو موقع
ملتا ہے عظمت و حرمت اسلام پر حملہ کر دینے میں ذرا بھی پس و پیش نہیں کرتے چنانچہ اسی طرح اجنبی [illegible]
تمدن کے تسلط پا جانے سے اسلامی اصول پر طرح طرح سے وار کیے جاتے ہیں اور نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ
غیر تو غیر خود بعض نام نہاد مسلمان بھی بعض مسلمہ اصول اسلام پر حرف گیری کر رہے ہیں اور بہ مقابلہ تمدن اسلامی اجنبی
تمدن کو پسند کرتے ہیں پس ایسے زمانہ میں جبکہ اجنبی تمدن اسلامی تمدن پر غلبہ پا چکا ہو اسلامی خصوصیات مٹانے
کی سر توڑ کوشش جاری ہو اسلامی خوبیاں چھپائی جاتی اور اس کی کمزوریاں ظاہر کی جاتی ہوں اسلامی تمدن
اس کے خوبیوں سے عام لوگ بے خبر ہو چکے ہوں آزادی کی لہر چاروں طرف دوڑ رہی ہوں حاکم و محکوم
کے مخصوص تعلقات و روابط میں تزلزل نمایاں ہو اتحاد باہمی کی بنیاد کمزور ہو چکی ہو ضرورت اور سخت ضرورت
تھی کہ پھر ایک دفعہ دنیا کو خصوصاً ناواقف مسلمانوں اور اجنبی تمدن کے شیدائیوں کو اسلامی معاشرت اور تمدن
کے بے لوث و پاکیزہ اصول سے آگاہ کیا جائے اتحاد و محبت باہمی کے قواعد بتلائے جائیں سلطان وقت
کی عظمت و خلوص محبت کے برکات و ثمرات عام و خاص کے ذہن نشین کرائے جائیں رعایا اور بادشاہ کے مخصوص
تعلقات و روابط کی زنجیر مضبوط کی جائے۔

رعیت میں تابعداری اور اطاعت گزاری کی استعداد پیدا کی جائے اس سوز و بے تکی آزادی کے سیلاب
کو پرزور طریقہ سے روکا جائے سو بحمد اللہ قابل و لائق مصنف نے یہ نادر کتاب تالیف فرما کر اس ضرورت کو پورا
کر دیا یہ کتاب ایک مقدمہ اور چہار باب پر مشتمل ہے۔

(۱) باب میں سرکار عالی کی صحت جسمانی و قوت روحانی کی بحالی اور ترقی کے ظاہری اور باطنی اسباب
نہایت لطیف پیرائے میں تحریر ہوئے ہیں

(۲) میں قدرتی اور شرعی تصریحات و تفرجات و مایتاسبہا کا مذکور ہے جن سے فہم میں جولانی
اور قوائے جسمانی و روحانی میں نمایاں حقیقی ترقی ہوتی ہے

(۳) میں وہ تدابیر اور اصول بتلائے گئے ہیں جن سے رعایا اور بادشاہ وقت کے درمیان رابطہ اتحاد
و رشتہ خلوص محبت مستحکم ہوتا اور رعیت کے دل میں اطاعت گزاری عقیدت مندی کا مادہ پیدا ہوتا ہے

(۴) میں تجربہ بڑھانے اور حالات و کوائف عالم پر مطلع ہونے کے اصول لکھے گئے ہیں [illegible]

من فاضل و صاحب بصیرت مولف کی یہ عرق ریزی مستوجب صد آفریں ہے ۔ میرا خیال ہے کہ آج تک اردو زبان میں اس ڈھنگ کی اور کوئی کتاب تالیف نہیں ہوئی یہ کتاب اپنے مخصوص مضامین اور نوعیت کے لحاظ سے بے نظیر اور خاص توجہ کی مستحق ہے اگر اس کی اشاعت حسب مراد مولف ہو جائے تو لوگوں کو اس سے بہت بڑا فائدہ پہنچے گا میری رائے میں وجوہ ذیل اشاعت کتاب ہذا کے موید و متقاضی ہیں ۔

(۱) اس کے اکثر صفحات سلطان وقت کی تعریف اور خیر خواہی سے مملو ہیں۔

(۲) امن و سکون کی ہدایت و حمایت کرتی ہے ۔

(۳) اسلامی تمدن کو زندہ کرتی اور اس کے پاکیزہ اصولوں پر حاوی ہے ۔

(۴) رعیت اور بادشاہ کے درمیان رابطہ محبت و اتحاد کو مضبوط کرتی ہے ۔

(۵) نامی گرامی فضلاء ہند و دکن نے اس کی توثیق و توصیف فرمائی ہے ۔

نوٹ ۔ مولف علامہ نے اور بھی حسب ذیل کتب تالیف فرما کر سلسلہ تالیفات آصفیہ میں قابل قدر اضافہ فرمایا

فجزاہ اللہ خیر الجزا

[illegible] جامع علوم شریعت و طریقت حاوی فروع و اصول زبدۃ الاقران

والاماثل بحر الزاخر سحاب الماطر مولانا الحاج الحافظ القاری الواعظ عالیجناب مولوی محمد عبدالجبار صاحب صدیقی

ادام اللہ فیوضہم و برکاتہم بتعاقب الایام واللیالی

بر تصنیف عالم وحید و فاضل [illegible] بقیۃ السلف خلف حضرت مولانا احمد [illegible] ادام اللہ افاداتہم النفیسہ

وافاضاتہم العلمیہ فی کل بکرۃ و عشیۃ

الحمد للہ الهادی من شاء الی صراط المستقیم والموفق من اراد للتمسک بدینہ القویم والصلوۃ والسلام الاتمان الادومان علی من اوتی جوامع الکلم فاشتمل کل فصیح وفهیم صلی اللہ تعالی وسلم علیہ ما دام ہذا الدین القویم ناصرا وناہجا علی الطریق المستقیم ومصداقا لقول سید المرسلین ولا یزال طائفۃ من امتی قائمین بامر اللہ لا یضرہم من خذلہم الی یوم الدین وعلی الہ واصحابہ واولیاء امتہ اجمعین القامعین بواضح ادلتہم لمرتاب

اسئلة الملحدین والمشرکین اما بعد عارف اوحد عالم منتہائی شرع وسنت قاطع
شرک و بدعت حضرت السید السند مولانا و مخدومنا حبیب احمد یزدیخی لازال
صارم تحقیقہ قاطعا اعناق الشبہ العقلیہ وسنان عرفانہ فی کبد المخالفات الفکریہ
کی جتنی تالیفات لطیف و تصنیفات شریفہ دیکھئے ہیں آپ وسیلہ اس امر کی شہادت دے رہی ہیں کہ
جناب والا اس زمانہ پرفتن میں حکیم امت و مجدد دین و ملت ہیں آپ نے اپنی تحریرات ملقفہ مملو از حق
صریح و بیان راجح من الرجیح میں کوئی کسر باقی نہ رکھی اور مخالفین اسلام کو صاع بصاع او ذراع کے مقابلہ
میں باع دینے میں کوتاہی نہ کی جو آپ کے تبحر علمی پر دلیل ہیں اور ملکہ خداداد کی برہان روشن ہے پس اقوال
مخالفین مصداق ان اوہن البیوت مثل تار عنکبوت ہباءً منثورا ہو گئے اللہ پاک نے آپ کو نصرت
دین متین اور اصلاح مسلمین کے لیے مخصوص فرمایا ہے اور احقاق حق و ابطال باطل میں مصداق لا یخافون
لومۃ لائم بنایا ہے اہل اسلام ایسے علامہ زمانہ و فرد یگانہ کے وجود پر جس قدر شکر و فخر کریں زیبا اور انکی
تالیفات مفیدہ کی جو کچھ قدر کریں سزا ہے حق تعالی شانہ آپ کو مخاطب شرع مبین و عامہ مسلمین جزائے خیر
عطا فرمائے اور مخالفین دین پر علی الدوام منصور رکھ کر آپ کے فیوض و برکات کو اقطار عالم میں پھیلائے

آمین ثم آمین ۱۲ ربیع المنور ۱۳۲۶ھ

کتبہ عبد ذلیل الرب الجلیل غبار تراب اقدام العلماء العالمین خادم الاسلام والمسلمین ابو سعید محمد عبد الہادی کان اللہ لہ فی

تقریظ جناب محمد عبد الباقر خاں صاحب مرحوم وکیل درجہ اول

عہد مبارک عثمانی کی مفید حکومت و رعیت عمدہ نادر تالیفات جو حکومت اور اس سے وابستگی عالم کی اصل
فطرت ہونے کی نسبت بالکل نئے مذاق پر آغاز دولت آصفیہ سے اب تک اس طرح کی کتاب تالیف نہیں ہوئی
انواع مخلوقات میں سے ہر نوع کی خلقت کا ایک جداگانہ خاص مقصد ہوتا ہے جو اس خلقت کی
کمال ہیئت نوعیہ سے حاصل ہوتا ہے یہی کمال نوعی افراد نوعیہ کو محبوب و مرغوب بنا دیتا ہے۔ اس لئے نوع
انسانی کی (جو تمام انواع مخلوقات میں افضل و اکمل ہے) خلقت کا ایک خاص مقصد ہے جو اس کی ہیئت
نوعیہ کی کمال سے حاصل ہوتا ہے جب اس نوع کی کسی فرد میں یہ کمال پیدا ہوگا تو وہ فرد مقاصد انسانیہ کی
محل ہوگی لہذا اس کا محبوب خلائق ہونا لازمی ہوگا چنانچہ منجملہ ان افراد کے جناب مولانا حبیب احمد صاحب
یزدیخی ایک مخصوص و ممتاز فرد ہیں جن کے کمال و تقدس کا علم مجھے ذاتی طور پر ہونے کے علاوہ ہمارے ذریعہ
سے بھی (جو نہایت قابل وثوق ہے) حاصل ہوا ہے حتی کہ اس کا سلسلہ ممالک محروسہ سرکار عالی سے

فہرست مضامین اعظم الاخلاق حصہ دوم

صفحہ	مضمون
۱۷۹	باب (۶۳)
″	دشمنوں کی مدافعت کا ایک بڑا اصول
″	دشمنوں کی مدافعت کا دوسرا اصول
۱۸۰	دشمنوں کی مدافعت کا ایک بہت بڑا افلاطونی حکیمانہ اصول جو فی الحقیقت ایمانی اور قرآنی اصول ہے
″	دشمن کو گالی دینے سے احتراز
۱۸۱	دشمنوں کی مدافعت کے تین ترتیبی اور تدریجی طریقے
″	باب (۶۴)
″	عنوان سابع کا تیسرا مضمون ان لوگوں کی معاشرت پر جو نہ دوست ہوں اور نہ دشمن
″	ناصحوں کے ساتھ معاشرت کا طریقہ
۱۸۲	صلحا کے ساتھ معاشرت کا طریقہ
″	حمقا کے ساتھ معاشرت کا طریقہ
″	تکبر والوں کے ساتھ متکبرانہ معاشرت ضروری ہے
″	فضلا کے ساتھ معاشرت کا طریقہ
″	پڑوسیوں اور قرابت داروں کی بداخلاقی پر صبر
″	عنوان سابع کا چوتھا مضمون اپنے سے کم درجہ والے کی معاشرت میں
″	طالب علم کے ساتھ کیا برتاؤ رکھے
″	سائل کے ساتھ معاملہ کی کیفیت، ناتوانوں کی دستگیری، مظلوموں کی اعانت

صفحہ	مضمون
	باب (۶۴)
۱۸۳	خیر رسانی میں حضرت حق تعالیٰ و تقدس کی پیروی
″	اولیائے رحمانی اور علمائے ربانی اور حکمائے یزدانی کے آثار خیر
″	لوگوں کے اخلاق اور تدبیر منزل اور تمدن آثار خیر کے نتائج ہیں
″	ان آثار خیر کی ایک چھوٹی سی مثال
۱۸۴	نبوی تعلیمات کی جامعیت اور عالمگیری
	باب (۶۵)
″	سلطنت اور تمدن کے لئے ارسطو کے قوانین مرتب کرنے کا باعث
″	سلطنت اور تمدن کے بارہ میں ارسطو کا مجموعہ قوانین
۱۸۶	پہلا قانون
″	دوسرا قانون جس میں بادشاہوں کے اقسام لکھے ہیں
″	ان اقسام میں سے بادشاہان دولت آصفیہ خلد اللہ ملکہم
″	حضرت اقدس و اعلیٰ کا انتخاب
″	حضرت اعلیٰ کے دست کرم کی دائمی عطا سعادت کی حد بندی
۱۸۷	تیسرا قانون
۱۸۸	چوتھا قانون

۱۸۸ باب (۶۶)

" پانچواں قانون۔

" بادشاہ کے لئے اتباع شریعت کی ضرورت

فلسفہ نے اتباع شریعت کی تعلیم دی ہے۔

۱۸۹ فلسفہ منیرہ

" اسلام منیر

۱۸۹ چھٹا قانون

" ساتواں قانون

۱۹۰ آٹھواں قانون

" افراط شہوت کے نقصانات

" نواں قانون مسکینوں کی خبرگیری میں

" دسواں قانون بلحاظ قحط آئندہ غلوں اور کرائے کے ذخیرے جمع رکھنے میں۔

" گیارہواں قانون

" باب (۶۷)

" بارہواں قانون - خونریزی کی احتیاط میں

۱۹۱ فلسفہ کی اصلیت وغیر اصلیت کا معیار

" تیرہواں قانون

" چودھواں قانون ملکیوں کی تعلیم کے بارے میں

یونان میں لڑکیوں کی مذہبی تعلیم

۱۹۲ پندرہواں قانون ذات سلطانی کی خدمات کا

باب (۶۸)

۱۹۳ سولہواں قانون

" سترہواں قانون عدل کی انتہائی خوبی میں

" ملک اور عدل کے باہمی ارتباط میں یعنی قدیم کتبوں

" کی تحریر اور اس تحریر کے نیچے ایک دائرہ میں نظام

" عالم کے اسباب کا باہمی ربط دکھایا گیا ہے۔

" اس دائرہ کی عمدگی میں ارسطو کا قول۔

" باب (۶۹)

۱۹۶ مذکورہ قوانین کے نہایت ہی پرمغز اور پرمعنی اور بہت ہی جامع وبلیغ ہونے کا مدلل بیان

باب (۷۰)

۱۹۷ حکیم افلاطون کی اشراقی قوت

۱۹۸ نئے فلسفہ کی حمایت کا مقابلہ

" ایجاد فلسفہ کے اصلی آلات کا مختصر بیان

" اشراق کے معنی اور اشراق سے انسان کا فلسفہ تحصیل

" اشراق کب حاصل ہوتا ہے۔

" فلسفہ کی تحصیل وتکمیل کا اصلی آلہ اشراق ہے

۱۹۹ دوسرے طریقے سے تحصیل فلسفہ کے لیے اشراق کے

" آلہ اصلیہ ہونے کا بیان۔

" اشراقی فلاسفہ کا گروہ اور انکی اعلیٰ قابلیت

باب (۷۱)

۲۰۰ مشائی فلسفیوں کا گروہ اور انکی حقیقت کا نہایت دلچسپ بیان ہے۔

" فلسفہ کا پہلا آلہ اشراق اور دوسرا آلہ الحاق اشراق یعنی مشائیت ہے۔

" انہیں دو گروہ یعنی اشراقیوں اور مشائیوں پر فلسفہ کے دارومدار اور انہیں پر اس کے ختم

" ہونے اور ان کے بعد کسی کو ایجاد فلسفہ کی قدرت نہ ہونے کا بیان۔

٢٠١ اشراقی اور مشائی فلسفہ کے بعد اسلام کا تنقیحی دورہ

" فلسفہ جدیدہ کو اسلام نے قابل التفات نہ جانا

" فلسفہ قدیمہ پر اسلام کی اصلاحی نظر کا بیان۔

" اسلامی اصول سے فلسفہ قدیمہ کی اصلیت کا ثبوت

٢٠٢ باب (۷۲)

افلاطونی نصائح

" پہلی نصیحت خداشناسی اور اس کے حقوق ادا کرنے میں۔

" دوسری نصیحت علم کی دائمی طلب میں۔

٢٠٣ تیسری نصیحت کثرت علم سے علما کی خوبی نہ ہونے بلکہ عمل سے انکی خوبی ہونے کے بیان میں موجودہ زمانہ کی نئی روشنی کا علم ہی

" بے قاعدہ ہے۔

٢٠٣ چوتھی نصیحت

٢٠٤ پانچویں نصیحت

" چھٹی نصیحت (جس میں حکمرانوں کے لیے بہت بڑی ہدایت ہے)

" ساتویں نصیحت زندگی میں شایستہ موت کے لئے اہتمام کرنے پر

٢٠٤ آٹھویں نصیحت

٢٠٥ نویں نصیحت سونے سے پہلے نفس کے محاسبے میں سچے فلسفہ کی رہبری

باب (۷۳)

" دسویں عبرت انگیز نصیحت

" گیارھویں نصیحت

" بارہویں نصیحت

٢٠٥ تیرہویں نصیحت

٢٠٦ چودہویں نصیحت (جو اس وقت کے نئے فلسفیوں کے غیر اصلی ہونے کی معیار ہے۔

" پندرہویں نصیحت موت کو یاد کرتے رہنے اور مردوں سے عبرت پکڑنے میں۔

" سولہویں نصیحت

" سترہویں نصیحت

" اٹھارویں نصیحت

" انیسویں نصیحت

" بیسویں نصیحت

" اکیسویں نصیحت

٢٠٧ بائیسویں نصیحت (جس میں اس زمانہ کے نئے فلسفے کے لئے بہت بڑی ہدایت ہے

" تئیسویں نصیحت (جس میں نیکی کی تکلیف گوارا کرنے اور بدی کی لذت کا اعتبار نہ کرنے کو نہایت عمدگی سے سمجھایا ہے)

" چوبیسویں نصیحت (جس میں ہمارے نئے بھائیوں کے لیے بصیرت افزا اور عبرت انگیز مذاکرے ہیں)

" باب (۷۴)

" پچیسویں نصیحت (جس سے بچے اور جھوٹے فلسفی میں تفرقہ ہوتا ہے)

" چھبیسویں نصیحت

" ستائیسویں نصیحت

" اٹھائیسویں نصیحت

۲۰۸ انتیسویں نصیحت (جو نہایت جامع ہے)
۲۰۹ تیسویں نصیحت آدمی کو عالی ظرف اور اولوالعزم بنانے والی
ر اکتیسویں نصیحت (جو نہایت مفید معاشرت اور مفید تمدن ہے)
ر بتیسویں نصیحت
ر تینتیسویں نصیحت (جو جوہر اخلاق ہے)
ر چونتیسویں نصیحت
ر پینتیسویں نصیحت
ر چھتیسویں نصیحت
ر سینتیسویں نصیحت
ر اڑتیسویں نصیحت
ر انتالیسویں نصیحت
۲۱۰ چالیسویں نصیحت

باب (۷۵)

۲۱۱ نصائح افلاطونیہ کے آغاز و ختم کا نکتہ

باب (۷۶)

۲۱۲
۲۱۳ اعلیحضرت کے لیے دعا اور بارگاہ اعلیٰ سے اپنی قلبی وابستگی کا اظہار

باب (۷۷)

۲۱۴
ر عقیدۂ توحید اور خاتمہ معہ تمہید
۲۱۵ نعمت ایمان کی قدر اور اسکی پرورش

باب (۷۸)

۲۱۶
ر درخت ایمان کی جڑوں اور ڈالیوں کی تعداد اور ہر ایک کی تفصیل کا آغاز
درخت ایمان کی شاہی پرورش کا خاص طریقہ

باب ۷۹

۲۱۸
ر اعتقاد کے دس اصول جو درخت ایمان کی جڑیں ہیں
۲۱۹ درخت ایمان کی دس شاخ جو اصول اعتقادیہ کے فروع ہیں

باب (۸۰)

۲۲۰ / ۲۲۱ عدل کے دس اصول

باب (۸۱)

۲۲۲
ر ان دو چشموں کا بیان جن سے درخت ایمان کی آبرسانی ہوتی ہے۔
پہلا چشمہ
دوسرا چشمہ

باب (۸۲)

۲۲۴
ر بادشاہوں کے عدل و سیرت کا بیان

باب (۸۳)

۲۲۵
۲۲۶ دنیا کی آبادی اور اسی طرح ویرانی بادشاہ سے ہے

باب (۸۴)

۲۲۷
مخلوق کے اپنے اپنے بادشاہوں کے ہمرنگ ہونے کے واقعات و نظائر

باب (۸۵)

۲۲۸
خلیفہ عمر بن عبدالعزیز اور ان کے خاندان و ارکان کی حیرت انگیز پابندی اور احتیاط

باب (۸۶)

۲۲۹
رعایا کی جانب سے امیر و انسان کی کامل اور ذاتی
۲۳۲ بے حساب کتابوں کا چند الفاظ میں عجیب و غریب حلیہ

باب (۶۲)

دوسرا فائدہ یہ ہے کہ جب دشمن کے عیوب ظاہر اور مشہور کیے جائیں تو بجائے اس کے کہ
ان عیوب سے دشمن متاثر اور محجوب ہو خود اس کا نفس ان عیوب کا عادی ہو جائے گا تیسرا
فائدہ یہ ہے کہ دشمن کے عیوب کی تلاش تو اس وجہ سے کرنی پڑتی ہے کہ اسکے ذریعہ سے دشمن کی مدافعت
اور اپنی محافظت کی جائے پھر جب ان عیوب کا افشا کیا جائے تو ممکن ہے کہ دشمن خود ان عیوب
کے ضرر سے اپنی حفاظت کی تدبیر کرلے اور اسکی مدافعت اور اپنی حفاظت فوت ہو جائے چوتھا یہ
کہ جب ان عیوب کو پوشیدہ رکھے گا تو وہ موقع پر بہت بکار آمد ہونگے یعنی دشمن کی غفلت اور بےخبری
میں اچانک ان (عیوب) کے برے نتائج اس پر وارد ہو جائینگے اور انکے تدارک کی اس کو مہلت
نہ ہوگی البتہ اس صورت میں کہ خود دشمن کے روبرو ان عیوب کے اظہار سے یہ امید ہو کہ دشمن
اپنے عیوب پر مطلع ہو کر خستہ اور شکستہ ہو جائیگا تو ایسے خاص موقع پر ان کا اظہار برا نہیں مگر
ایسی صورت کی دریافت میں بڑی فراست اور تجربہ کاری کی ضرورت ہے اور بمقابل
دشمن بہتان سے اپنے کو بچائے رکھیں کیونکہ بہتان بغیر جھوٹ کے نہیں ہوتا اور جھوٹ سے
آدمی کی قدر زائل ہو جاتی ہے لہذا وہ دشمن کی قوت کا اور اس کے غالب ہو جانے کا
سبب ہوتا ہے مگر حکام کو اور بڑے بڑے لوگوں کو بلا کم و کاست اپنے دشمنوں کی شکایت
سنادے تا وہ اسکی دشمنی سے آگاہ رہیں اور جب دشمن ان حکام کے پاس اس شخص کی نسبت بدگوئی کرے
تو وہ حکام دشمنوں کی ایسی بدگوئی کے وقت بےخبر نہ رہیں بلکہ پہلے سے ان کو اس دشمنی کی خبر ہے اور
بدینوجہ انکی بدگوئی حکام کے پاس مقبول نہ ہو اور دشمنوں کے دفع کرنے کا ایک بڑا اصول یہ بھی ہے
کہ ہر قوم کی عادات و خصائل سے واقف ہو تا کہ ان عادات و خصائل کو انکے مقابلہ عادات

وخصائل سے دفع کرے اور دوسرا اصول یہ ہے کہ ہر قوم میں اضطراب پیدا کرنے کے جو اسباب ہیں اون سے بھی باخبر ہوتا ہے موقع ان کا استعمال کرتے افلاطون نے دشمنوں کے دفع کرنے کا ایک بہت بڑا حکیمانہ اصول قائم کیا ہے وہ یہ ہی کہ دشمنوں میں جو فضائل (یعنی اعمال و اخلاق فاضلہ ہیں) ان فضائل کی تحصیل اپنی ذات میں اس طرح کرے کہ جس سے خاص اون فضائل میں اپنے دشمنوں پر فائق ہو جائے اس صورت میں دشمن اوس کے مقابل پست ہو جائیں گے اس لئے کہ تمام امور کا دار و مدار تخیل نفس پر ہے جب نفس یہ دیکھتا ہے کہ فلاں شخص فلاں اور فلاں فضائل میں مجھ سے بڑھا ہوا ہے تو اوس کا خیال اوس کو آگے نہیں بڑھنے دیتا بلکہ روک دیتا ہے اور اس شخص افضل کو آگے بڑھا دیتا ہے جس کی وجہ سے وہ دشمن اس کے روبرو حقیر و خوار ہوتے ہیں اور فی الحقیقت یہ قرآنی اصول ہی چنانچہ مسلمانوں کو مخالفوں کی عداوت کے دفع کرنے کی تدبیر خدا تعالیٰ نے یوں بتائی ہے وان تتقوا وتصبروا لا یضرکم کیدہم شیئا اور صرف یہی ایک اصل نہیں بلکہ اس طرح کے بے شمار اصول قرآن مجید میں موجود ہیں جہاں افلاطون وارسطو کے عقول کو گزارہ بھی نہیں ہے۔ دشمن کے مقابل میں گالی دینی یا اس پر نفرین ولعنت کرنی یا اوس کی غیبت کرنی خاص عورتوں کی خصلت ہے جس کو مرد کبھی پسند نہیں کرتے اور اس کے علاوہ بجائے اسکے کہ دشمن کو گالی یا نفرین ولعنت سے کچھ ضرر پہونچے خود الٹے اس کا وبال اپنی جان پر اور عزت ووقار پر عائد ہوتا ہے خلاصہ یہ ہے کہ دشمنوں کے ضرر دفع

دشمن کو گالی دینا عورتوں کا کام ہے

ترجمہ۔ اور اگر برائیوں سے بچتے رہوگے اور (بھلائیوں پر) استقلال کے ساتھ قائم رہوگے تو ان (مخالفوں) کے مکر تمہارے حق میں کچھ بھی مضر نہ ہونگے

کرنے کے تین طریقے ہیں پہلا طریقہ یہ کہ اون سے ایسا سلوک کیا جائے کہ جس سے اون کی اصلاح اور اون کی عداوت زائل ہو جائے اور اگر اس طرح سے دشمنوں کی ذاتی اصلاح نہ ہوسکے تو شخص ثالث کے ذریعہ دشمنوں کی باہمی اصلاح کی جائے دوسرا طریقہ یہ کہ اگر دونوں مذکورہ طریقوں سے دشمن کی اصلاح نہ ہو تو دشمن کے مقام سے دور ہو جائے خواہ سفر کے ذریعہ سے خواہ اپنی سکونت کو وہاں سے منتقل کرنے سے تیسرا طریقہ دشمنوں کے استیصال کا ہے۔ اور یہ طریقہ ان دونوں (مذکورۂ بالا) طریقوں کے بعد ہے اور یہ طریقہ اس حالت مجبوری میں اختیار کیا جائے کہ جب دشمن بالذات شریر ہو اور اس کے شر سے کسی طور پر بچنا ممکن نہ ہو کیونکہ بصورت مجبوری دشمن کے استیصال میں خواہ مخواہ کوشش کرنی پڑتی ہے مگر اس مجبوری کی صورت میں بھی فریب اور بد دیانتی سے اجتناب کریں۔

باب ۶۳

اون لوگوں کی معاشرت میں کہ جو لوگ نہ دوست ہوں نہ دشمن

تیسرا مضمون یہ ہے کہ جو لوگ نہ دشمن ہوں اور نہ دوست تو اون کی معاشرت کے طریقے اون کے مراتب کے اعتبار سے حسب تفصیل ذیل مختلف ہوں گے اگر ناصحوں (یعنی بے غرضانہ نصیحت کرنے والوں کا) زمرہ ہے تو کشادہ پیشانی اور اخلاق کے ساتھ اون سے میل جول رکھیں مگر بلا تحقیق و تنقیح ہر شخص ناصح کے قول قبول نہ کرلیں بلکہ شخصی تنقیح اور اشخاص کے مقاصد و اغراض کی تحقیق کے

بعد اون کے اقوال کی تحقیق کرنی چاہئے اور صلحا (یعنے باہمی اصلاح کرنے والوں)
کی تعظیم وتکریم کرنی چاہئے اور اون کو مصلح قوم جانکر اون کی اعانت کرنی
چاہئے اور حمقا کے ساتھ حکیمانہ معاشرت کرنی چاہئے اور اون کے احمقانہ
برتاؤ کا یا اون کی گالیوں کا اعتبار کرکے اون کی مکافات (یعنے بدلہ لینے)
کے درپے نہ ہونا چاہئے مگر تکبر والوں کے ساتھ متکبرانہ معاشرت ضروری ہے
تاکہ اون کے تکبر کا توڑ ہو اور وہ اپنے تکبر سے باز آئیں کیونکہ جب متکبروں کے ساتھ
تواضع اور انکسار کیا جاتا ہے تو اون کا تکبر اور بڑھتا ہے اور فضلا کے طبقہ
کی بزرگی اور اس کا ادب لازم ہے اور اس (طبقہ) سے استفادہ ضروری ہے
اور بیویوں اور قرابت داروں کی بداخلاقی پر صبر کرنا چاہئے چوتھا مقصود
یہ ہے کہ جو لوگ اپنے سے کم درجہ ہوں وہ اگر متعلم (یعنی طالب علم) ہیں تو اونکو
اپنے فرزندوں کے برابر عزیز رکھنا چاہئے اور اون کی عادت وطبیعت کے
موافق اون کی تعلیم کرنی چاہئے اور اگر سائل ہیں اور بے ضرورت نہایت الحاح
کے ساتھ مانگتے ہیں تو اون کے الحاح پر اون کو زجر کرنا چاہئے اور بمصلحت
تادیب اونکے سوال کے پورا کرنے میں توقف کرنا چاہئے مگر اس صورت میں جب اون کا الحاح
(یعنی گڑگڑانا) اضطرار کی وجہ سے ہو تو اوس وقت اون پر رحم کرنا چاہئے
اور سوال کے باب میں اصول یہ ہے کہ محتاج اور طامع میں تمیز کرنی چاہئے
جو سائل فی الحقیقت محتاج ہو سوال پر اس کو نہ جھڑکنا چاہئے اور اوس کے
سوال کو حتی الامکان پورا کرنا چاہئے اور اگر محتاج نہیں صرف طمع سے سوال
کرتا ہے تو ایسی طمع سے اوس کے باز رکھنے کی تدبیر کرنی چاہئے اور جہاں

طامع و محتاج میں تمیز نہ ہو سکے۔ وہاں اصل سوال کے احکام عائد ہوں گے (یعنی سائل کو نہ جھڑکنا اور اس کا سوال پورا کرنا) اور جو لوگ ضعیف و ناتوان ہوں اون کی دستگیری اور جو مظلوم ہوں اون کی اعانت کرنی چاہیئے۔

باب (٦٤)

خیر رسانی میں بے غرضی ہونے اور ارسطاطالیسی قوانین کی تائید میں

اور جہاں تک ہوسکے خیر رسانی میں خیر مطلق تعالیٰ و تقدس کی پیروی کرنی اور اسی کے طریقہ کو اختیار کرنا چاہیئے یعنے جیسے خدا تعالیٰ کی خیر رسانی بالکل بے غرض ہے اسی طرح طالب کمال کی خیر رسانی بھی کسی غرض نفسانی پر موقوف نہ ہونی چاہیئے بلکہ اوس کی خیر رسانی کا سبب محض حب خیر ہونا چاہیئے اولیائے حقانی اور علمائے ربانی اور حکمائے یزدانی کی خیر رسانی محض حب خیر کی وجہ سے تھی اور اون کے سوا دنیاداروں کی خیر رسانی میں کچھ نہ کچھ غرض نفسانی کی آمیزش تھی لہٰذا اون کے آثار خیر فَأَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَاءً (ترجمہ لیکن میل (جو یعنی چیز غیر قابل انتفاع ہے) پس وہ (یوں ہی) بیکار چلی جاتی ہے اور لیکن جو چیز لوگوں کے لئے نفع رساں ہے وہ زمین میں قائم ہو جاتی ہے) کے قرآنی اصول پر قابل ثبات نہ تھے اور اون کے آثار خیر وَأَمَّا مَا يَنفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ کے قرآنی اصول پر لائق استقرار تھے لہٰذا اب تک وہ تازہ اور انشاء اللہ تعالیٰ ختم دنیا تک بھی وہ بالکل تازہ رہیں گے لوگوں کے اخلاق

اور تدبیر منزل اور تمدن انھیں آثار خیر کے نتائج ہیں جس کی ایک چھوٹی سی مثال ہمارے پاس یہ ہے کہ افلاطون وارسطو کے زمانہ کو ہزار ہا سال گزر چکے اور صرف حکیمانہ حیثیت سے دنیا میں اون کا امتیاز مانا گیا ہے مگر محض اسی حیثیت کی وجہ سے اون کے آثار خیر نے بھی دنیا کو بہت فائدہ پہنچایا ہے اور سلطنتوں نے اوس سے بہت مدد لی ہے چنانچہ منجملہ اون کے ارسطاطالیس کی وصایا ہیں جن کو انھوں نے سلطنت اسکندری کے لئے دستور العمل کے طور پر لکھا ہے اور وہ یونانی زبان میں تھے گر دنیا نے اون کو نہایت احتیاط کے ساتھ دست بدست خلیفۂ مامون کے دورہ عربیہ تک پہنچایا اور چونکہ دورۂ عربیہ کی نبوی تعلیمات میں یہ تعلیم بھی تھی کہ الحکمۃ ضالۃ المؤمن حکمت خاص مسلمانوں کی اسلامی چیز ہے جس کی تلاش مسلمانوں کو اوسی طرح ہوتی ہے جس طرح کسی کو اپنی گمشدہ چیز کی ہوتی ہے بلا خصوصیت مقام جہاں وہ گمشدہ چیز مل جاتی ہے وہاں سے لے لی جاتی ہے اسی طرح جہاں مسلمانوں کو حکمت مل جاتی ہے وہ اوس (حکمت) کو بالکل اپنی چیز جان کر لے لیتے ہیں لہذا خلیفہ مامون نے اس کی قدر کی اور ان ارسطاطالیسی وصایا کا ترجمہ یونانی سے عربی میں کرایا اور اس کا نام سر الاسرار رکھا ارسطو کی ان وصایا کا باعث یہ تھا کہ سکندر نے جب عجم کو فتح کیا تو دیکھا کہ اہل عجم میں عاقل و شجیع لوگ کثرت سے ہیں بناءً علیہ اب اون کو اس امر کا تردد ہوا کہ اگر عجم کے ایسے عاقل و شجیع لوگ بحال خود چھوڑ دئے جائیں تو منتخبہ اقلیم کے پھر قبضہ سے نکل جانے کا اندیشہ ہے اور اگر اس قبضہ سے نکل جانے

نبوی تعلیمات کی جامعیت اور وسعت نظری

ارسطو کی وصایا کا باعث

کے اندیشہ پر اون کو قتل کروا دیجئے تو عدل و انصاف سے دور ہے لہذا
اسکندر نے ارسطو کو (جس نے بڑھاپے کی وجہ سے دربار سکندری کی حاضری سے
معافی لے لی تھی) اس امر کی دریافت اور مشورہ میں ایک عنایت نامہ لکھا
جس میں حکیم کی بہت خاطر داری تھی اور یہ بھی تھا کہ آپ کی گفتگو کا شرف
میسر نہ ہونے کی وجہ سے بہت سے امور میں حیرانی ہوتی ہے منجملہ اون کے
یہ جدید واقعہ ہے بنائے علیہ جس طرح ہو سکے اسباب ملاقات کے انتظام میں
کوشش فرمائی جائے تا یہ تازہ تردد اور مثل اس (تازہ تردد) کے اور آئندہ
تردداتِ رفع ہوتے رہیں ارسطو نے اس عنایت نامہ سلطانی کے جواب میں
یہ لکھا کہ میں نے خدمت سلطانی کی ملازمت سے جو معافی لے لی ہے اوسکی
وجہ یہ نہیں ہے کہ صحبت گرامی کی مجھے رغبت نہیں ہے بلکہ اس کی وجہ صرف
یہی ہے کہ بڑھاپا اور ضعف جسمانی لاحق اور قویٰ میں فتور واقع ہے اس
بنا پر جب مجھ میں مصاحبت کی طاقت و قابلیت نہیں تو اس رسالہ میں
ایسے قوانین بیان کرتا ہوں کہ جو تمام جزئیات کے اصول ہوں لہذا تمام
جزئیات میں ان قوانین کی طرف رجوع فرمانا آپ کے لئے کافی ہوگا اور
میری مصاحبت کی ضرورت نہ ہوگی۔

باب (۶۵)

ارسطو کے قوانین میں

اب یہاں سے ارسطو نے قوانین لکھنے شروع کئے

پہلا قانون (جس کو سکندر نے خاص طور پر پوچھا تھا اور اسی ضرورت کے باعث ارسطو سے ملاقات کرنی چاہی تھی) یہ ہے کہ عجم کے امرا اور فضلا کے قتل کرا دینے یا چھوڑ دینے کی نسبت آپ نے جو پوچھا اس کا جواب یہ ہے کہ اگر آپ اون کو ہلاک کر سکتے ہیں تو کیا اون کو (جو خدائے تعالیٰ کے قبضہ میں ہے) بدل سکتے ہیں اور جب قطعاً اون کی آب و ہوا پر آپ کو قدرت نہیں ہے اگر اون کو قتل کردیں گے تو دوبارہ اس آب و ہوا سے بالکل ویسے ہی لوگ پیدا ہوں گے اور پھر وہی سابقہ اندیشہ قائم ہوگا۔ لہذا قتل سے اس اندیشہ کے سلسلہ کا انقطاع نہیں ہو سکتا بلکہ اس اندیشہ سے مطمئن ہونے کی صورت یہ ہے کہ اون کو بندۂ احسان بنانے کی کوشش کیجئے تا وہ آپ کے تمام اطاعت گزاروں سے زیادہ مطیع بن جائیں۔

دوسرا قانون یہ ہے کہ بادشاہوں کی چار قسمیں ہیں ایک تو وہ جو اپنی نفس اور اپنی رعیت دونوں کے حق میں سخی ہیں دوسرے وہ جو اپنے حق میں تو سخی ہیں مگر رعیت کے حق میں بخیل ہیں۔ تیسرے وہ جو اپنی رعیت کے حق میں سخی ہیں مگر اپنے نفس کے حق میں بخیل ہیں چوتھے وہ جو اپنے اور رعیت دونوں کے حق میں بخیل ہیں۔ ان چار قسم کے بادشاہو میں سے پہلی قسم کے بادشاہ بالاتفاق محمود و سعید ہیں۔

دولت آصفیہ خلد اللہ الی یوم القیامہ کے تمام بادشاہ عالی جاہ اسی (پہلی) قسم کے بادشاہ ہوے ہیں اور ان سب (بادشاہان عالی شان) کے یادگار یعنی اعلیحضرت آصف جاہ سابع بادشاہ دوراں نواب

میر عثمان علی خاں بہادر ادام اللہ دولتہ انگریز الجدید ان نے رعایا کی
پرورش اور اون کے ساتھ سخاوت کرنے کی وہ نوبت پہنچائی ہے کہ اگر اون
کے دست کرم کو سحاب مدرار (خوب پانی برسانے والے ابر) سے تشبیہ دیجئے تو
بھی اون کے بیان کرم کا حق ادا نہیں ہوتا اس لئے کہ ابر کی عطا موسمی ہے
اور اونکی عطا دائمی اور دوسری اور چوتھی قسم کے بادشاہ بالاتفاق قابل
مذمت ہیں اور تیسری قسم کے بادشاہوں کی نسبت اختلاف ہوا ہے حکمائے
ہند کی رائے یہ ہے کہ بادشاہوں کی یہ تیسری قسم بھی محمود ہے اس لئے کہ اس
میں رعیت کی نسبت بجز خیر کے کسی قسم کی برائی نہیں ہے مگر حکمائے فارس
کی رائے اس کے خلاف ہے اس لئے کہ بخل خود ایک بری خصلت ہے جس سے نفس کا
تزکیہ لازم ہے اور جب اس بری خصلت سے نفس کا تزکیہ نہ ہوگا تو اندیشہ
ہے کہ شاید بادشاہ کی یہ بری خصلت (یعنی بخل) رفتہ رفتہ رعایا میں بھی سرایت
کر جائے اور جب پہلی قسم قابل تعریف ٹھہری تو اوس کے لئے سخاوت و عطا کی
حد بندی کرنی ضرور ہے بنا بر علیہ حکیم (یعنی ارسطو) نے اسکی حد بندی اس طرح
کی ہے کہ سخاوت اوسی کا نام ہے کہ اہل استحقاق کو اون کی ضرورت کے
موافق دیا جائے اور جب اوس (ضرورت) سے بڑھا دیا جائے تو وہ سخاوت
نہ ہوگی بلکہ اسراف ہوگا۔ اور عطیات کی دوسری حد بندی یہ ہے کہ اگر کسی
بادشاہ نے مداخل و مخارج کے تحمل و اکتفا سے زیادہ سخاوت کی تو اوس
سے ضرور ملکی انتظام میں خلل واقع ہوگا۔
تیسرا قانون یہ ہے کہ لوگوں کے ملک و املاک اور اون کے اموال میں

بیجا مداخلت اور تصرف نہ کیا جائے یہ تیسرا قانون بقائے ملک کا بہت بڑا ذریعہ ہے اور سخاوت و کرم کی روح اور اس کا اصل اصول ہے۔

چوتھا قانون سخاوت و کرم کی تکمیل سے متعلق ہے وہ یہ کہ نیک لوگوں کی قدر و منزلت کی جائے اور عام لوگوں کے ساتھ خلق اور کشادہ پیشانی سے معاملہ کیا جائے اور ہر ایک کا جواب اوس کی حیثیت کے موافق دیا جائے اور جاہلوں کی عام اور معمولی خطاؤں سے درگزر کیجائے۔

باب (۶۶)

پانچواں قانون یہ ہے کہ عقل ایک آئینہ ہے جس میں کمالات اور عیوب دونوں کا مشاہدہ ہوتا ہے اور اوسی (عقل) پر انتظام و تدبیر کا دارومدار ہے لہذا آئینہ عقل میں اس امر کا مشاہدہ ہو رہا ہے کہ عقل کا پہلا آلہ اور نیز تمام فضیلتوں کی جڑ نیکنامی کی خواہش ہے اس لئے کہ سلطنت و ریاست سے یہ مقصود نہیں ہے کہ اس کے ذریعہ خاطر خواہ لذتوں سے محظوظ ہوں بلکہ یہ مقصود ہے کہ دنیا میں بادشاہ کی نیک نامی کا شہرہ ہو اور لذتوں سے کنارہ کرنے اور نیک نامی حاصل کرنے کا اصلی ذریعہ یہی ہے کہ بادشاہ دین کا تابع ہو نہ یہ دین کو اپنا تابع کرے اگر دین کو اپنا تابع کرے گا تو اوس سے شریعت الٰہی کی اہانت ہوگی نعوذ باللہ منہا شریعت الٰہی کی اہانت کا انجام یہی ہے کہ اس سے دولت و حکومت کو زوال آجاتا ہے ارسطو کے اس قانون سے ثابت ہوتا ہے کہ فلسفی تعلیم کی بہت بڑی تعلیم یہ ہے کہ شریعت کا اتباع کیا جائے۔

بادشاہ کو لازم ہے کہ [illegible] شریعت کی [illegible]

اور دین کو مقدم رکھا جائے اس رو سے فلسفہ اسلام کے ساتھ مربوط ہو جاتا ہے مگر وہ سچا فلسفہ اس قدر بگاڑ دیا گیا کہ اوس کی اصلیت چھپ گئی اور یہی فلسفہ مغیرہ جس تاریکی میں گیا وہاں سے تغیر در تغیر کے بعد ایک نیا رنگ لے کر دنیا میں ظاہر ہوا اور اسی فلسفہ کے بہت سے عاشق پیدا ہو گئے اور تہذیب و تعلیم کو اس سے مربوط کر کے ایک مغیّر اسلام قائم کر دیا۔

فلسفہ مغیرہ

اسلام مغیر

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا اَنْ تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ اَوْ يَاْتِيَ بَعْضُ اٰيَاتِ رَبِّكَ تَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ وَاللّٰهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ

چھٹا قانون یہ ہے کہ بادشاہ کے لئے ضرور ہے کہ بلند ہمت اور صائب رائے اور شیریں زبان اور بلند آواز ہوں اور بلا ضرورت بات نہ کریں۔ اور اخلاقی اور قومی حیثیت سے جو لوگ سفلہ ہوں اون کو اپنے پاس دخل نہ دیں اور زیادہ نہ ہنسیں۔ کیونکہ زیادہ ہنسنے سے ہیبت و وقار زائل ہو جاتا ہے اور قبل از وقت بڑھاپا آ جاتا ہے اور بدن کی حرارت عزیزی کو ضعیف اور کمزور کرتا ہے۔

ساتواں قانون یہ ہے کہ دربار کی رونق افروزی یا کہیں تشریف لیجانے کے وقت ایسے مزین ہوں کہ جس سے اون کو شاہی امتیاز حاصل ہو اور دوسرے لوگوں میں اور اون میں فرق ہو۔

ترجمہ۔ نہیں انتظار کرتے ہیں وہ اپنی سزا پانے اور اپنے انجام بد کو دیکھنے کے لئے) مگر قیامت کے آنے کا یا مواخذہ الٰہیہ کی کچھ نشانیوں کا۔ پڑے رہو یہاں تک کہ آ پہونچے اللہ کا حکم اور اللہ حکم فرماتا ہے کہ کسی کو اوس کے حکم کے واپس کرنے اور پیچھے ڈالنے کا مقدور نہیں۔

آٹھواں قانون یہ ہے کہ شہوت کی حرص نہ ہو اس لئے کہ وہ بد جانوروں کی خاصیت ہے پھر **انسان کو** ایسی حرص پر (جس میں بد سے بد جانور انسان سے بڑھا ہوا ہو) کب فخر ہو سکتا ہے اور اس کے علاوہ حرص شہوت کے دوسرے نقصانات یہ ہیں کہ اس سے بدن ضعیف ہو جاتا ہے اور عمر گھٹ جاتی ہے اور وہ (حرص) زنانہ خصلتوں کے پیدا ہونے کا سبب ہو جاتی ہے۔

نواں قانون یہ ہے کہ مسکینوں اور ضعیفوں کے حال سے غافل نہ رہیں اور اون کے احوال کی جستجو کو فرض جانیں کیونکہ اس میں حضرت خالق کی رضامندی اور اُسی سے مخلوق کی کشش ہے (خیال فرمایا جائے کہ فلسفہ خود رضائے الٰہی کو پیش نظر رکھتا ہے پھر آج کل کے جو فلسفی خدائے تعالیٰ کو بھولے بیٹھے ہیں یا اُنکے نام صرف زبان سے خدائے تعالیٰ کا نام لیتے ہیں اور اسلام اوسکی رضا کے خلاف کرتے ہیں تو وہ بالکل جھوٹے فلسفی ہیں۔

دسواں قانون یہ ہے کہ اقسام کے غلے اور کرائے ذخیرے کے طور پر ہمیشہ جمع رکھے جائیں تاکہ یہ ذخیرے) قحط سالی میں (جس کا وقت معلوم نہیں ہو سکتا بکار آمد ہوں اور قحط کا انسداد کر دیں۔

گیارہواں قانون یہ ہے کہ اس طرح کی سیاست قائم کی جائے کہ جس سے اہل صلاح (یعنے نیک لوگ) بادشاہ سے مطمئن رہیں اور اہل فساد خائف رہیں۔

باب (۶۷)

بارھواں قانون یہ ہے کہ میں نے بادشاہ کو بارہا وصیت کی ہے اور
اس وقت بھی تاکید کے ساتھ وصیت کرتا ہوں کہ خونریزی میں ہرگز دلیری
نہ کریں کیونکہ جاندار کا ہلاک کرنا خاص اللہ تعالیٰ کا کام ہے اور حقیقت
حال بجز خدائے علام الغیوب کے اور کوئی نہیں جان سکتا لہذا ممکن ہے کہ جس کو
آپ نے قابل قتل سمجھا ہے وہ فی الحقیقت مجرم نہ ہو بلکہ اوس پر تہمت لگائی
گئی ہو یا اوس جرم کے اقدام میں اوس کے لئے کوئی عذر معقول ہو بناءً علیہ
کسی کے قتل میں دلیری نہ کی جائے بلکہ نہایت تحقیق و تنقیح کے بعد جب وہ قطعًا
قابل قتل سمجھا جائے تو اوس وقت قتل کا حکم دیں (ہماری اسلامی شریعت
نے جو احتیاط حدود وقصاص میں رکھی ہے وہ کس کو نہیں معلوم ارسطو کا یہ
بارھواں قانون اسی شرعی احتیاط کے موافق ہے سچا فلسفی وہی ہے جس نے
فلسفہ کو شریعت سے مطابق کیا اور فلسفہ کی اصلیت وغیر اصلیت کا
معیار بھی ٹھیرایا کہ فلسفہ کا شرع کے ساتھ موازنہ کیا جائے جو فلسفہ اصول
شرع کے موافق ہو وہ اصلی فلسفہ سمجھا جائے اور جو اصول شرع کے مخالف ہے
وہ فلسفہ متغیر) اسی پہلے مضمون کے ساتھ ارسطو نے لکھا ہے کہ ہرمس اکبر
یعنی حضرت ادریس علیہ السلام سے مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ جب کوئی
شخص کسی شخص کو قتل کرتا ہے تو آسمان کے فرشتے بارگاہ الٰہی میں عاجزی
کے ساتھ عرض کرتے ہیں کہ تیرے فلاں بندہ نے فلاں بندہ کے قتل کرنے
کی وجہ سے (تیرے مخصوص اور غیر مشترک فعل میں) تیرا تشبہ اختیار کیا ہے
(فرشتوں کی اس عرض کے بعد) اگر وہ قتل قصاصًا ہوا ہے تو حضرت

حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہوتا ہے کہ اوس کو میرے حکم سے قصاصاً قتل کیا ہے اور اگر وہ قتل بلا قصاص صرف ظلم سے ہوا ہے تو حکم ہوتا ہے کہ میری عزت وجلال کی قسم ہے کہ قتل کرنے والے کے خون کو میں نے مباح کر دیا اس حکم کے بعد ملائکہ اپنی ہر تسبیح اور ہر استغفار میں قاتل کے قصاص تک ہمیشہ قاتل کے لئے بد دعا کرتے ہیں اگر قاتل مقتول کے قصاص میں قتل کیا گیا تو یہ قصاص اس کے لئے بہتر ہوتا ہے اور اگر خود بخود موت الٰہی سے وہ مر جاے تو یہ مرجانا اوس کے حق میں خدائے تعالیٰ کے قہر وغضب کی علامت ہے کیونکہ بصورت قصاص قاتل معادی جرم سے بری ہو جاتا ہے اور بصورت عدم قصاص وہ معاد میں سخت اور دراز عذاب میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

تیرھواں قانون یہ ہے کہ وعدہ خلافی ہرگز نہ کیجائے اور قسم ہرگز نہ کھائی جائے اور جب کھائی جائے تو کس طرح اوس کے خلاف نہ کیا جائے کیونکہ بہت سے سلاطین یونان کی مملکت جھوٹی قسم اور عہد شکنی کی شامت سے برباد ہو گئی۔

چودھواں قانون یہ ہے کہ ملکیوں کو علوم وفنون کی تحصیل کا حکم دیا اور جو ملکی فارغ التحصیل ہو جائیں خاص طور پر اون کی تربیت کی جائے اور ہمیشہ عنایت خاص اون پر مبذول رہے اس عمل سے قلوب عام میں بادشاہ کی محبت پیدا ہوگی اور ملک کی رونق ہوگی اور بادشاہ کی شہرت ہوگی یونانیوں کی سلطنت انہیں دو خصلتوں یعنے تحصیل علوم کے حکم اور فارغ التحصیل لوگوں پر عنایت رہنے کی برکات سے ہمیشہ

قائم رہی۔ سلاطین یونان کا یہ قاعدہ تھا کہ رعایا کو تحصیل علوم کا حکم دیتے تھے اور اون کے اس حکم تاکیدی کی یہاں تک نوبت تھی کہ پردہ نشین لڑکیوں کو بھی وہ جاہل ورابے علم رکھنے کی اجازت نہیں دیتے تھے لہذا لڑکیوں کو اون کے ماں باپ کے گھر میں شریعت کے فرائض وآداب کی تعلیم ہوتی تھی اور خانگی ضرورتوں کے خیال سے طب اور نجوم کے تمام اصول بھی ان کو معلوم کرائے جاتے تھے دیونان کے سچے فلسفی نے اس امر کی کوشش کی کہ مردوں کے علاوہ لڑکیاں بھی دین سے واقف ہوجائیں مگر افسوس کہ اسلام معنبرہ کے بانی جھوٹے فلسفی کے اتباع سے لڑکوں کو بھی دین سے جاہل رکھنے اور صرف دنیا کی طرف مائل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ لڑکیوں کا تو کیا ذکر پندرھواں قانون۔ بادشاہ کی حفاظت کا ہے جو بادشاہ کی ذات کے ساتھ مخصوص ہے وہ یہ ہے کہ جو شخص دربار شاہی کا معتمد خاص نہ ہو اوس کے ہاتھ کی کوئی چیز تناول نہ فرمائی جائے۔ اور اپنی محافظت سے غفلت نہ فرمائی جائے۔ اور اوس واقعہ کو فراموش نہ کیا جائے کہ بادشاہ ہند نے آپ کے لئے تحفے بھیجے تھے جن میں ایک ایسی لونڈی تھی کہ لڑکپن سے اسکی پرورش زہر سے کی گئی تھی جس سے اوس کی طبیعت زہریلی ہوکر سانپ کی سی ہوگئی تھی اور اوس لونڈی کی اس طرح پرورش کرنے اور اوس کو آپ کے پاس بھیجنے سے بادشاہ ہند کو یہی منظور تھا کہ آپ کی جان کو صدمہ پہنچائیں مگر میں نے فراست سے لونڈی کے اس حال کو پالیا اور آپ کو اوس کی اطلاع کردی وصاگو نے کتاب قوانین الانتظام میں اس پندرھویں قانون کے مضمون

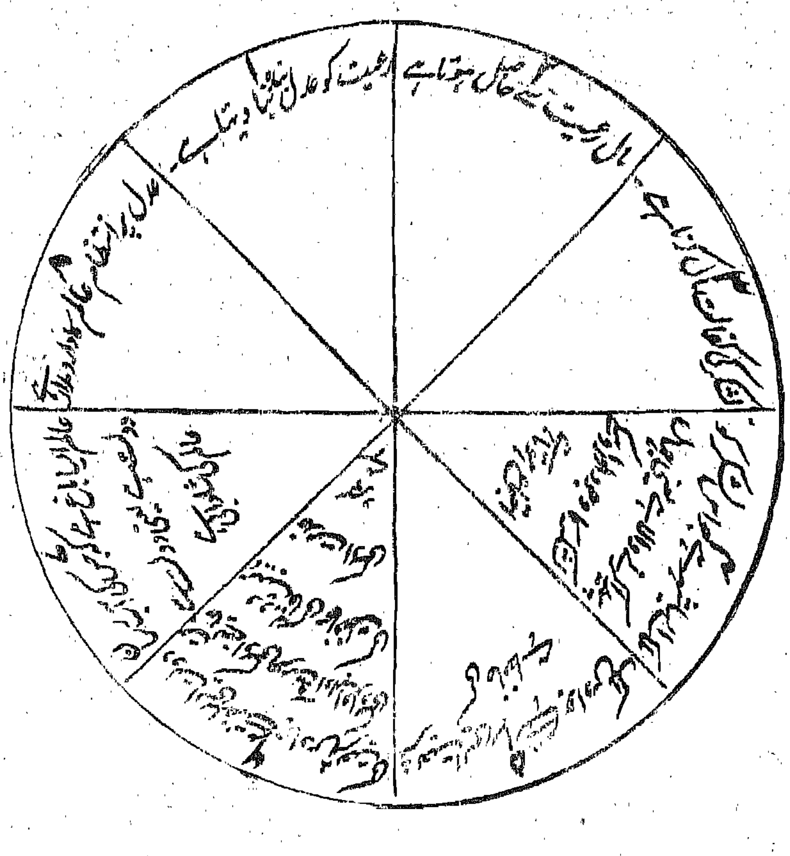
کو ایک مستقل باب میں تفصیل سے عرض کیا ہے)

باب (۶۸)

سولھواں قانون یہ ہے کہ صرف ایک ہی دلیل پر جو یقینی نہ ہو حکم صادر نہ فرمایا جائے اور جب کئی دلیل باہم ایک دوسرے کے نقیض ہوں تو اوس وقت ان سب دلائل میں جو دلیل سب سے زیادہ قوی ہو اوس پر عمل کیا جاوے۔

سترھواں قانون یہ ہے کہ منجملہ صفات الٰہیہ عدل بھی ایک صفت الٰہی ہے اور آسمان و زمین اسی عدل سے قائم ہیں اور پیغمبروں کی بعثت بھی عدل پر ہوئی ہے یعنی عدل ہی کیلئے بھیجے گئے ہیں اور عدل عقل کی صورت ہے لہذا اوس سے بڑھکر کونسی چیز ہوسکتی ہے جب عقل عدل کی صورت میں نمودار ہوئی ہے تو اس سے بڑھکر دنیا میں کونسی صورت پیاری ہوسکتی ہے عدل اپنی دلآویز صورت سے دلوں کو اپنے قبضہ میں لاکر اون کا مالک ہوسکتا ہے۔ اہل ہند نے کہا ہے کہ سلطان کا عدل (اپنی نفع رسانی میں) زمانہ کی ارزانی اور شادابی سے بہتر ہے (اس لئے کہ ارزانی اور شادابی کا نفع جسمانی ہے اور عدل شاہی کا نفع جسمانی بھی ہے اور روحانی بھی مگر اوس کا بڑا نفع روحانی ہے جس کا مرتبہ نفع جسمانی سے بہت بڑھا ہوا ہے) اور سلطان عادل مطر وابل (یعنی زور کی بارش) سے بھی بدرجہا نفع بخش ہے (اس لئے کہ بارش کا نفع جسمانی ہے اور عدل کا نفع روحانی اور جسمانی دونوں کو شامل ہے) اور بعضے کتبوں پر خط سریانی سے لکھا تھا کہ ملک اور عدل دونوں باہم ایسے بھائی ہیں کہ جن میں سے ایک کو

دوسرے سے استغنا نہیں ہے (یعنی ملک کے لئے عدل کی ضرورت ہے اور
عدل کے لئے ملک کی حاجت ہے) اوس کے بعد اوس کتبہ پر لکھا تھا کہ نظام
عالم کے اسباب کا باہمی ربط ایک عمدہ دائرہ کی صورت میں وضع کرتا ہوں ۔
جس سے نظام عالم کے اسباب کا باہمی اتصال وارتباط ظاہر ہو جاتا ہے اور وہ
دائرہ میری اس کتاب کا اور اوس کے مطالب کا خلاصہ اور انتخاب ہے
اور دائرہ کی صورت یہ ہے۔



باب (۶۹)

ارسطو کے مذکورہ قوانین کی جامعیت و لطافت کے بیان میں

یہ ارسطاطالیسی قوانین خاص سلطنت سے متعلق ہیں اور اس تعلق خاص کے علاوہ بادشاہ خاص (یعنی سکندر) اوس سے مخاطب ہیں اب ان قوانین کی معنوی تحقیق سے پہلے (جس کے لئے مہلت کی ضرورت ہے) ان کے نہایت ہی پر مغز و پر معنی اور بہت ہی جامع و بلیغ اور نفیس و لطیف ہونے کا یقین اصول ذیل کی تنقیح سے بھی ہوتا ہے ارسطو کا اپنی حکیمانہ اور فلسفیانہ حیثیت میں کامل و مکمل ہونا اوس کے قوانین کا تعلق خاص جس میں توجہ خاص اور توجہ مفرد ہوتی ہے اور توجہ خاص کی مناسبت (اوس کے غیر مشترک اور غیر مرکب ہونے کی وجہ سے) بٹی ہوئی نہیں ہوتی بلکہ وہ پوری ایک ہی کے ساتھ ہوتی ہے بخلاف تعلق عام کے کہ اوس میں توجہ مشترک اور توجہ مرکب ہوتی ہے اور اسی سبب سے اس توجہ عام کی مناسبت صرف ایک ہی کے ساتھ نہیں ہوتی بلکہ بٹی ہوئی ہوتی ہے اور اس تعلق خاص کے ساتھ خیالات خاص جس میں تخصیص در تخصیص ہو جاتی ہے اور تخصیص نوعی سے تخصیص شخصی کی طرف (جو انفراد کا کامل درجہ ہے) انتقال ہوتا ہے اور توجہ نوعی تعداد و نوعی اشتراک سے شخصی افراد کے ساتھ متعلق ہوکر بالکل خالص ہو جاتی ہے اور خود اسکندر کی ذاتی حکیمانہ حیثیت اور اون کی حکیمانہ مناسبت جس کے ساتھ خاص طور پر حکیم اور فلسفی کو مذاق ہوتا ہے اور خاص اس مناسبت کی

لطوبیت سے جو مخاطبانہ کلام صادر ہوتا ہے اوس کا رنگ خالص حکیمانہ ہوتا ہے اور اسکندر کی ذاتی حیثیت کے علاوہ اون کی سلطنت کی بھی حکیمانہ وضع تھی جو حکما کی توجہ و اہتمام کو اپنے حق میں اور بڑھاتی ہے اور اس توجہ کو اپنی طرف کھینچتی ہے

اور سلطنت سکندریہ کی مذکورہ ذاتی حیثیت کے علاوہ اوسکی تمام دنیا پر حکمرانی اس کی کافی دلیل ہے جب ان چھ امور کی تشریح کی جاتی ہے تو ثابت ہوتا ہے کہ سلطنت کے لئے ارسطو کا یہ دستور العمل نہایت جامع و بلیغ اور نفیس ولطیف ہے

باب (۷۰)

حکما کے فیض عام اور بمقابلہ فلسفۂ قدیمہ فلسفۂ جدیدہ کی بے اصلیت اور بیجا فلسفہ کے الااصلیت باتیں

اور چونکہ ان حکیموں کی فیض رسانی سے خاص و عام سب کو وسیع اور فراخ حصہ ملا ہے لہذا اون کے اس فیض خاص کے بعد اون کے فیض عام کا بھی کچھ ذکر ضروری ہے تا نفع عام کے علاوہ [illegible] کی تکمیل بھی ہو جائے وہ یہ ہے کہ حکیم افلاطون کی اشراقی حرکت جو عالم [illegible] دنیا پر روشن ہے اس سے بڑھ کر کیا ہوگا کہ اسکی اشراقی تعلیم نے دنیا میں باذن اللہ بڑے بڑے حکیم پیدا کئے ہیں جن میں سے اور ایک ارسطو تھا جو موجد اور معلم اول مانا گیا ہے اور سلطنت سکندری کی سی بڑی اور عالمگیر سلطنت کا معلم و رہبر رہا ہے چنانچہ ابھی اس کی تعلیم سلطنت کا ذکر کیا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام دنیا پر قبضہ کرنا اور بعد قبضہ اوس کو

سیکھا لینا اوس کی علمی اور عملی قوت کے آنا ایک چھوٹا سا کام تھا بھلا نئے فلسفہ
کے حامی یہ تو بتا دیں کہ اون کے فلسفے نے افلاطون کو چھوڑ کر اس کے
شاگرد ارسطو یا اوس سے بھی اتر کر ارسطو کے شاگردوں کے برابر بھی کوئی فلسفی
بنایا ہے ہرگز ہرگز نہیں بتا سکتے جب مضمون یہاں تک پہنچ گیا تو مناسب
مقام یہ ہے کہ ایجاد فلسفہ کے اصلی آلات کا جس سے ایجاد فلسفہ کی قابلیت
حاصل ہوتی ہے مختصر بیان کیا جائے تا معلوم ہو جائے کہ فلسفہ جدیدہ کے
بانی ایجاد فلسفہ کے دعوے میں کہاں تک سچے ہیں وہ بیان یہ ہے کہ
تمام انسانی ادراکات کا اصلی آلہ خود انسان کے اندر موجود ہے اور اوس کا نام
قوت ادراک ہے اور اس آلہ کی دو شاخیں ہیں ایک عقل نظری
اور دوسری عقل عملی گویا قوت ادراک کے یہی دو بازو اور انسانی پرواز
کے یہی دو پر ہیں اور ان کی بنیاد وہی قوت ادراک ہے جہاں سے پیدا
ہو کر انسان کو پرواز دے رہے ہیں۔ تمام کائنات کی بھی حقیقت معلوم کرنی
اور واقع کو غیر واقع سے ممیز کرنا اور ایجاد و اختراع کرنی یہ سب قوت
ادراک کے کام ہیں جن کو وہ اپنے بازوؤں کی قوت سے پورا کرتی ہے۔
خلاصہ یہ کہ انسان کی تمام ترقیات اور تکمیلات کا دارومدار اسی قوت پر ہے
جب اس قوت کی دونوں شاخیں تہذیب و اصلاح اور نورانیت و
روحانیت کے آسمان پر چڑھ جاتی ہیں تو اوس کو اشراق کہتے ہیں اور
اوسی سے فلسفی فطرت پیدا ہو جاتی ہے نہیں بلکہ انسان فلسفہ کا پتلا
بن جاتا ہے اور یہ اشراق جب ہی حاصل ہوتا ہے کہ جب انسان میں قوت

[illegible] کا مقابلہ

ایجاد فلسفہ کے اصلی آلات کا مختصر بیان

اشراق کے معنی

اشراق کس وقت حاصل ہوتا ہے

ادراک کے ساتھ قوت تحریک جو رکھی گئی ہے وہ بھی اپنے دونوں شعبوں (یعنی قوت غضبی اور قوت شہوی کے) ساتھ نہایت مہذب اور بالکل پاک و صاف ہو جائے اور یہ مجموعی تہذیب انسان کو جسم کے مادی تعلقات سے بالکل علیحدہ کر کے اوس کو سراپا نفس ناطقہ بنا دے اب یہ اشراق انسان کو آئینہ عالم بنا دیتا ہے جس میں ہو بہو عالم کا انطباع ہوتا ہے یا کہئے کہ یہ اشراق خود انسان کو ایک آئینہ بن جاتا ہے جس میں بعینہ عالم کا مشاہدہ کرتا ہے یہی اشراق (یعنے سراپا روشنی) دنیا میں فلسفہ کی تحصیل و تکمیل کا اصلی آلہ ہے اور جہاں یہ نورانیت حاصل نہ ہو وہاں فلسفہ کا مطلق گذر نہیں ہو سکتا چاہے زبان سے کتنی ہی لاف زنی ہو اور خود فلسفہ عالیہ کی یہ اصلی تعریف کہ (التشبہ بالالٰہ بقدر الامکان) ثابت کر رہی ہے کہ یہی اشراق فلسفہ عالیہ کا آلہ اصلیہ ہے۔ اس لئے کہ فلسفہ کی مذکورہ تعریف سے ثابت ہوتا ہے کہ فلسفہ عالیہ کا حصول و تحقق بدون تشبہ الٰہیہ نہیں ہو سکتا اور تشبہ الٰہیہ جسمانیت سے مجرد ہونے کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا اور اشراق اسی تجرد کا نام ہے بہر حال ہر طرح یہی ثابت ہوتا ہے کہ فلسفہ کی تحصیل و تکمیل کا پہلا اور اصلی آلہ یہی اشراق ہے۔ جن سچے اور اعلیٰ فلسفیوں نے یہ آلہ حاصل کیا تھا اون کا نام اشراقی ہوا (جن میں افلاطون بھی ہے۔

باب (۱۷)

فلاسفہ کے مشائی فرقہ اور فلسفہ قدیمہ پر اسلام کی اصلاحی نظر کے بیان میں

بقدر امکان خدائے تعالیٰ کی اقتدا اور اتباع (اس لئے کہ اقتدا و اتباع سے متبع کو اپنے متبوع سے انتہائی تشبہ حاصل ہو جاتا ہے) اور انتہائی کمال کے درجہ پر پہنچ جاتا ہے

مشائی فلسفیوں کا آغاز

اب اون کے بذاتہٖ کامل ہونے کے علاوہ دوسروں کی تکمیل کرنے اور اون کو اپنے ہم رنگ بنالینے کی بھی اون میں اعلیٰ قابلیت تھی اور وہ قابلیت ہرگز بے کار نہیں رہ سکتی تھی لہٰذا اوس قابلیت نے بہت سے افراد کو اپنا ہم رنگ بنالیا جن کا نام مشائی ہوا (یعنی اشراقیوں کے پاس کثرت سے آمدورفت رکھنے والے اور اون کی شبانہ روزی ملازمت و خدمت کرنے والے) فلسفیوں کا مشائی فرقہ بالکل اشراقی فرقہ کے ساتھ مربوط تھا گویا اس فرقۂ مشائیہ نے باطن سے اون (فرقہ اشراقیہ) کے ساتھ اپنی ایسی محاذات قایم کی کہ جن سے اون کا اشراق بعینہ ان میں منطبع ہوگیا گو یہ اشراقی نہیں تھے مگر اشراقیوں کے ساتھ ایسے چسپیدہ تھے کہ گویا اپنے سوا اون کے اشراق کی محاذات سے ہر چیز کو اٹھا کر صرف اپنی نفس کو اوس کا محاذی کردیا تھا اور کسی چیز کو اوس اشراق کے اور اپنی نفس کے فیمابین متوسط و حائل نہیں ہونے دیا لہٰذا اس اشراق کا پورا فوٹو اون کے نفس ناطقہ میں اتر گیا الغرض یہ (مشائی) بالکل اوسی اشراقی رضاعت کے پروردہ تھے اسلئے اون کا خون بالکل اشراقی تھا۔ اب بیان فوق سے ظاہر ہوا کہ دنیا میں فلسفہ کی تحصیل و تکمیل کا پہلا آلہ اشراق ہے اور اوس کا دوسرا آلہ الصاق اشراق (یعنی اشراق کے ساتھ چسپیدگی) ہے جس کو مشائیت کہتے ہیں انھیں دو آلوں سے فلسفہ کی پوری تکمیل ہو چکی۔ اب سمجھائے اس کے کہ اس کے مقابل دنیائے فلسفہ میں دوسرا فلسفہ قائم ہو سکے۔ اس دنیائے فلسفہ کے کسی شخص کو (اوس کے کامل و مکمل ہونے کی وجہ سے) اوس کی تکمیل کی

بھی قدرت و گنجائش نہیں اس لئے کہ دور اشراقیہ بھی ختم ہوگیا اور اس کی پیروی کی مشائیت نے بھی اپنا کام پورا کرلیا گویا مشائیت اشراقیت کا تکملہ تھی اب اس (اشراقیت و مشائیت کے بعد) فلسفہ کا کونسا درجہ ہے جو فلسفہ پر نظر اندازی کے قابل ہو۔ مگر ان (اشراقی اور مشائی) دونوں دوروں کے بعد فلسفہ جدیدہ کے دورۂ ناشیہ سے پہلے ایک بہت بڑا تنقیحی دورہ آیا اور اوس کا نام دورۂ اسلامیہ ہوا۔ اس دورہ کو انقطاع نہیں ہے بلکہ فلسفہ جدیدہ کے مرجعیہ دور سے بہت پہلے اس کا ظہور ہوا یہاں تک کہ فلسفہ جدیدہ کی بے ہنگامی کو وہ بالکل قابل التفات نہ جانا اوس (دورۂ اسلامیہ) کی سیرچشمی اپنے فلسفۂ بے ہنگام کو کب قابل التفات سمجھی تھی اوس نے تو حیثیت اسلامیہ دنیا کے اصلی اعلیٰ فلسفہ (یعنی فلسفہ اشراقیہ و فلسفہ مشائیہ) کی تہذیب کی تھی اور اس قدیمہ فلسفہ کے زمانۂ فطرت میں جو نقائص اوس فلسفہ کو لاحق ہوگئے تھے اون سب (نقائص) سے اوس کو پاک کیا تھا۔ گویا اسلام کا زمانہ اس حد پر واقع ہوا تھا کہ جو فلسفہ یونان کی کہنگی کا اور الحاقات سے اس کی اصلیت کے چھپ جانے کا حد تھا۔ اب اس وقت اسلام نے اس فلسفہ پر دو حیثیت سے نظر کی ایک تو اس کو اپنے اسلامی فلسفہ کے ماتحت بنانے کی حیثیت سے اور دوسری اس کے فلسفہ ہونے یا نہ ہونے کی حیثیت سے۔

پہلی نظر میں تو اسلام نے اس پر بالکل کامیابی حاصل کی اور دوسری نظر میں اوس کی فلسفی حیثیت مان لی اور اوس کی تہذیب کی جس سے مابین فلسفہ قدیمہ و فلسفہ جدیدہ محاکمہ کا ایک مضبوط اصول قائم کردیا۔ اس

اصول سے فلسفہ قدیمہ کی اصلیت ثابت ہوتی ہے اور اوس کے مقابل کسی فلسفہ کو استقرار نہیں ہو سکتا۔ ایجاد فلسفہ کے اصلی آلات کی بحث میں جتنے مضمونی اجزا قائم ہوتے ہیں وہ یہاں صرف رمز و اشارہ کے طور پر عرض کئے گئے ہیں۔ اگر یہ تحقیقات مفصل لکھی جاے تو اوس کی صورت کی ایک مستقل اور ضخیم کتاب بنجائیگی۔

باب (۴۳)

افلاطون کے نصائح میں

خیر یہ تو ایک معترضہ بحث تھی جو اثنائے کلام میں اصل مضمون کی مناسبت سے قائم ہو جاتی ہے اور اصل مقصد یہ ہے کہ افلاطون اشراقی کے جیسے کامل و مکمل اور فلسفیوں کے طبقات تیار کرنے والے فلسفی کا ناصحانہ کلام آب زر بلکہ روشنائی چشم اور قلم عقل سے روح کی نورانی تختی پر لکھنے کے قابل ہے اور کیوں نہ ہو اسلام نے اوس کو لیا اور قبول کیا ہے حکیم ممدوح نے اپنے شاگرد ارسطو کو بہت سی نصیحتیں کی ہیں جنمیں سے

افلاطون کی نصائح

پہلی نصیحت یہ ہے کہ خدا کو پہچانو اور اوس کے حقوق کی حفاظت کرو۔ (یہ نصیحت افلاطون کی اشراق کا خاص نتیجہ ہے جس کو انھوں نے اپنے اشراق سے تمام نصیحتوں پر مقدم رکھا ہے گویا اس کو تمام نصیحتوں کی بنیاد قرار دی ہے

دوسری نصیحت یہ ہے کہ صرف علم کے سکھانے اور سیکھنے پر اپنی تمام ہمت کا حصر کرو۔ (اس نصیحت میں ارسطو جیسے کامل و مکمل حکیم کو بھی سیکھنے کی ہدا

ہدایت کی گئی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کو کبھی اپنی تکمیل سے سیرابی نہیں ہوتی۔ اُطْلُبُوا الْعِلْمَ مِنَ الْمَهْدِ اِلَى اللَّحْدِ کا بھی یہی مضمون ہے

تیسری نصیحت یہ ہے کہ اہل علم کے امتحان کا دار ومدار کثرت علم پر مت رکھو بلکہ برائیوں سے اجتناب کرنے پر اون کی آزمایش کو موقوف رکھو (یعنی صرف کثرت علم سے عالم کو خوبی نہیں بلکہ اوس کی اصلی خوبی اس میں ہے کہ وہ صالح ہو اس لئے کہ تکمیل صرف غائت پر منحصر ہے اگر غائت نہ ہو تو نقص ہی نقص ہے اور نقص تدارک کے قابل ہے نہ رغبت کے پھر اس بنا پر علم کی غائت عمل ہے اگر کسی کو علم بہت ہو مگر عمل نہ ہو تو دوسرا نقص ہے اور اگر علم کم ہے مگر عمل ہے تو غائت حاصل ہے اس زمانہ کا عمل اس نصیحت کے خلاف ہے اول تو اس زمانہ کی نئی روشنی کا طرز ہی بے قاعدہ ہے اس لئے کہ نفس ناطقہ اور معاد اوس کے سلسلۂ تعلیم کے پیش نظر نہیں ہوتے بلکہ صرف شکم پری اور جاہ طلبی اوس کے پیش نظر ہوتی ہے لہذا اوس کا سلسلہ تعلیم اوس کے نفس ناطقہ کی تکمیل نہیں کرتا اور دوسرے خود اوس کا اعتقاد یہ ہے کہ صرف معلومات کے بڑھانے پر انسانی ترقی کا انحصار ہے چاہے اوس کا عمل کیسا ہی ہو گویا اوس کی یہ رائے بالکل مدینہ جاہلہ کی رائے کی طرح ہے

چوتھی نصیحت یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ سے ایسے منافع نہ مانگو جو فانی ہیں بلکہ اوس کی بارگاہ سے باقیات صالحات مانگو (اس زمانہ کی تعلیم باقیات صالحات کو جانتی ہی نہیں کہ وہ کیا چیز ہے۔ باقیات صالحات وہ ہیں کہ جو دنیا میں

(طلب کرو علم گہوارہ (میں رہنے کی عمر) سے قبر (میں جانے) تک)

نفس کو کامل کرکے اوسی کمال کے ساتھ اوس کو آخرت میں لیجاتے ہیں مگر موجودہ تعلیم کا اصول تو یہ ہے کہ ع یہاں آرام سے گزرتی ہے عاقبت کی خبر خدا جانے نعوذ باللہ من الجہالۃ۔

پانچویں نصیحت۔ یہ ہے کہ ہمیشہ ہوشیاری اور بیدار مغزی کے ساتھ زندگی کریں اس لئے کہ شر کے اسباب بہت ہیں (یعنی غفلت و اطمینان کی صورت میں ایکایک اسباب شر موجود ہو جاتے ہیں اور پہلے سے ان کی مدافعت کا تہیہ نہ ہونے کی وجہ سے تدارک دشوار ہو جاتا ہے یہ نصیحت سلطنت کے لئے نہایت بکار آمد ہے۔

چھٹی نصیحت۔ ایک علمی اور دینی نصیحت ہے وہ یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ بندہ سے جو انتقام لیتا ہے وہ غضب کے طور پر نہیں لیتا بلکہ تادیب و تہذیب کے طور پر لیتا ہے (اس نصیحت میں حکمرانوں کو) جو مالک سیاست ہوا کرتے ہیں) یہ ہدایت ہے کہ وہ بھی اپنی سیاست میں لوگوں کی تادیب و اصلاح پیش نظر رکھیں اور نفسانیت سے سیاست نہ کیا کریں۔

ساتویں نصیحت یہ ہے کہ جس عمدہ زندگی میں پیش آمدہ شایستہ موت کا الحاق نہ ہو تو ایسی زندگی کو کافی نہ سمجھو (یعنی دنیا کے اعمال ایسے ہوں کہ اون میں آخرت کا مشاہدہ ہو تو اوس وقت زندگی میں شایستہ موت کا (جو آخرت میں لیجانے والی ہے) ضرور الحاق ہوگا۔ اور یہ اسی صورت میں ہوگا کہ جب دنیا میں خاص آخرت کے اعمال (جیسے نماز روزہ وغیرہ) استقامت و استقلال اور ہوشیاری و بیدار مغزی کے ساتھ بجا لائیں۔

آٹھویں نصیحت یہ ہے کہ اوسی زندگی کو شایستہ جانو جو خیر کے حاصل کرنے کا ذریعہ

نویں نصیحت یہ ہے کہ خواب و استراحت کی طرف میلان مت کرو مگر اس وقت کہ خواب و استراحت سے پہلے تین چیزوں میں اپنی نفس کا محاسبہ کر لو پہلی یہ کہ اس بات کو سوچ لو کہ اوس روز تم سے کوئی خطا سرزد ہوئی یا نہیں۔ دوسری یہ کہ اس بات کا بھی خیال کرو کہ آیا اوس روز تم نے کوئی خیر بھی حاصل کی ہے یا نہیں تیسری یہ کہ کوئی نیک کام تمھاری کوتاہی کی وجہ سے اوس روز فوت ہوا ہے یا نہیں (نفس کے ایسے محاسبہ سے غفلت دور ہو گی اور بیداری مغزی بڑھے گی یہی فلسفہ کی اصلاح و رہبری یوں ہوا کرتی ہے۔

باب (۳۷)

دسویں نصیحت۔ عبرت انگیز ہے وہ یہ کہ اس بات کو خوب یاد رکھو کہ تم زندگی سے پہلے کیا تھے اور زندگی کے بعد کیا ہو جاوگے (جب آدمی اپنے دل و آنکھ کے ہمیشہ پیش نظر رکھے گا تو نفس میں تکبر و غرور کی مداخلت نہ ہوگی بلکہ ہمیشہ اسمیں انکسار پیدا ہوگا۔
گیارھویں نصیحت یہ ہے کہ کسی کو ایذا مت دو اس لئے کہ دنیا کے کام معرض تغیر میں ہیں (شاید تمھارا حال بدل جائے اور جس کو تم نے ایذا دی ہے وہ تم پر قادر ہو جائے ہر چند ایذا تو خود فی نفسہ بری چیز ہے مگر یہ خیال اس سے زیادہ اجتناب کرائے گا)
بارھویں نصیحت یہ ہے کہ وہ آدمی نہایت بدبخت ہے جو انجام کے یاد کرنے سے غافل ہو اور گناہ سے باز نہ آتا ہو۔
تیرھویں نصیحت یہ ہے کہ مستحقوں کی خیر رسانی اون کے سوال پر منحصر مت رکھو

(بلکہ قبل سوال اہل استحقاق کی خیر رسانی کردو)

چودھویں نصیحت یہ ہے کہ اوس شخص کو حکیم مت جانو جو دنیا کی کسی لذت سے خوش ہو یا دنیا کی کسی مصیبت سے بے قراری ظاہر کرے (اس وقت یہ نصیحت نئے فلسفیوں کے غیر اصلی ہونے کی اچھی معیار ہے)

پندرھویں نصیحت یہ ہے کہ ہمیشہ موت کو یاد کرتے رہو اور مرے ہوؤں سے عبرت پکڑتے رہو۔

سولھویں نصیحت یہ ہے کہ بیکار باتوں کے زیادہ کرنے سے آدمی کی خساست کا علم ہوتا ہے یعنی یہ امر معلوم ہو جاتا ہے کہ اوس کی طبیعت میں خساست ہے۔

سترھویں نصیحت یہ ہے کہ پہلے کئی بار سوچ لو پھر بات کہو اور کام کرو (تو وہ بات اور وہ کام نہایت پختہ اور غیر قابل اعتراض ہوں گے اور پشیمانی عاید نہ ہوگی)

اٹھارویں نصیحت یہ ہے کہ سب لوگوں کے دوست بنے رہو (جس میں نہایت امن ہے اندرونی بھی اور بیرونی بھی)

اونیسویں نصیحت یہ ہے کہ جلدی سے غصہ مت کرو تا (اس جلد غصہ کرنے سے غصہ تمھاری عادت نہ بن جائے۔

بیسویں نصیحت یہ ہے کہ محتاج کی حاجت کو کل پر محول نہ کرو (بلکہ فی الفور اوس کو پورا کردو) چہ دانی کہ فردا چہ حادثہ شود۔ (یعنی کل کی شدنی کس کو معلوم ہو سکتی ہے۔

اکیسویں نصیحت یہ ہے کہ جب تک متخاصمین کی بات نہ سمجھ لو اوس وقت تک اون کے درمیان کوئی حکم صادر مت کرو۔

بائیسویں نصیحت - یہ ہے کہ محض قول سے حکیم مت بنے رہو بلکہ قول و فعل دونوں سے حکیم بنے رہو کیونکہ حکمت قولی تو اسی دنیا میں رہ جاتی ہے اور حکمت عملی اس جہان سے اوس جہان (یعنی آخرت) میں پہنچکر وہاں ابد الآباد قائم ہوتی ہے (اس زمانہ کے نئے فلسفہ کے لئے اس نصیحت میں بہت بڑی ہدایت ہے خدا سبھوں کو اس ہدایت پر عمل کرنے کی ہدایت دے۔

تیئیسویں نصیحت یہ ہے کہ اگر کسی نیکی میں رنج اٹھاو تو رنج تو باقی نہ رہے گا (پھر ایسا رنج قابل رنج نہیں بلکہ انجام نیک کے لحاظ سے قابل برداشت و لائق مسرت ہے) مگر نیکی رہ جاینگی (اور ہمیشہ اوس کے ثواب سے محفوظ رہو گے) اور اگر بدی سے تم کو کوئی لذت حاصل ہو تو لذت تو قائم نہ رہے گی (پھر ایسی لذت کس کام کی ہی کہ جو رہے بھی نہیں اور باوجود اس کے ابدی رنج میں گرفتار کرے) مگر بدی رہجاگی (اور اوس کی سزا تم کو بھگتنی پڑے گی)

چوبیسویں نصیحت یہ ہے کہ اُس دن کو یاد رکھو کہ جس دن تم کو آوازیں دیجاینگے یعنی پکاریں گے مگر تم اوس دن سننے اور بات کرنے سے محروم رہو گے نہ سنو گے اور نہ بات کرو گے اور نہ یاد کر سکو گے (مراد یہ ہے کہ یہاں کی جیسی زندگی نہ ہوگی جو عیاناً یہاں کے لوگوں سے سننے سنانے اور کہنے کہانے کا معاملہ جاری رہے بلکہ یہاں کے لوگوں سے یہاں کی وضع پر معاملہ منقطع ہو جائے گا۔ نہ سننے اور نہ بات کرنے سے مراد یہی ہے نہ یہ کہ اون کو برزخی سماعت نہ ہوگی) یقین کرلو کہ تم ایسی جگہ جانے والے ہو کہ وہاں دوست و دشمن میں تم تمیز نہ کر سکو گے۔ (پھر جب تمھارے یہاں کے سننے اور بات کرنے اور دوست و دشمن کے پہچاننے

میں ایک روز نقص آنے والا ہے تو پھر یہاں (دنیا میں) کسی پر نقص مت رکھو اور تم ایسی جگہ جانے والے ہو کہ جہاں مالک اور غلام برابر ہوں گے لہذا یہاں تکبر مت کرو اور توشہ تیار رکھو کیونکہ یہاں سے کوچ کرنے کا وقت معین اور معلوم نہیں (حکیم کی یہ نصیحت نہایت عبرت انگیز اور دنیا سے منقطع کرانے والی ہے خدائے تعالیٰ ہمارے نئے بھائیوں کو بصیرت عطا فرمائے

باب (دہم)

پچیسویں نصیحت یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ کی عطیات میں کوئی چیز حکمت سے بہتر نہیں ہے اور حکیم وہی ہے کہ جس کا فکر اور جس کا قول اور جس کا عمل باہم برابر ہو (حکیم کی یہ نصیحت بہت بڑی علمی نصیحت ہے جس سے سچے اور جھوٹے حکیم میں تفرقہ ہوتا ہے۔

چھبیسویں نصیحت یہ ہے کہ نیکی کا معاوضہ کرو اور بدی کو معاف کردو۔

ستائیسویں نصیحت یہ ہے کہ اس عالم (یعنی عالم آخرت) کے کسی اہم کام میں ملال مت کرو اور کسی وقت اس کی بجا آوری میں سستی نہ کرو اور نیکیوں سے درگزر کرنے کو جائز مت رکھو۔

اٹھائیسویں نصیحت یہ ہے کہ کسی برائی اور گناہ کو نیکی کے حاصل کرنے کا ذریعہ مت بناؤ۔

انتیسویں نصیحت یہ ہے کہ حکمت کو دوست رکھو اور حکماء کی بات سنو اور دنیا کی خواہش کو اپنے نفس سے دور کرو اور عمدہ آداب کے اختیار کرنے

سے بازرہو اور کوئی کام قبل از وقت شروع مت کرو اور جب کوئی کام شروع کرو اور اس میں مشغول ہو جاو تو فہم و بصیرت سے اسمیں مشغول رہو۔

تیسویں نصیحت یہ ہے کہ تونگری پر مت اتراو اور مصیبتوں کی وجہ خواری اور خستہ حالی کو اپنی طرف مت آنے دو (یہ نصیحت آدمی کو اولوالعزم اور صاحب استقلال بناتی ہے)

اکتیسویں نصیحت نہایت مفید معاشرت و مفید تمدن اور بہت ہی راحت رساں ہے وہ یہ ہے کہ دوست کے ساتھ ایسا معاملہ مت کرو کہ جس سے حاکم تک جانے کی نوبت پہنچے اور دشمن کے ساتھ ایسا برتاو رکھو کہ اگر حاکم کے پاس تمہارا اور تمہارے دشمن کا معاملہ پیش ہو تو دشمن پر تمہی کو کامیابی حاصل ہو۔

بتیسویں نصیحت یہ ہے کہ احمقانہ معاملہ تو کسی کے ساتھ مت کرو مگر تواضع ہر شخص کے ساتھ کیا کرو اور کسی تواضع کرنے والے کو حقیر نہ جانو۔

تینتیسویں نصیحت یہ ہے کہ جس امر میں اپنے کو معذور سمجھو اوس میں اپنے بھائی (یعنی اپنے دوست یا دوسرے کسی آدمی) پر ملامت مت کرو (یہ نصیحت رہبر اخلاق ہے۔

چونتیسویں نصیحت یہ ہے کہ بیکاری اور عبث عمر گزاری پر خوش مت رہو

پینتیسویں نصیحت یہ ہے کہ نصیب پر بھروسہ کرکے بیٹھے رہو۔

چھتیسویں نصیحت یہ ہے کہ نیک کام سے پشیمان مت ہو۔

سینتیسویں نصیحت یہ ہے کہ کسی کے ساتھ لڑائی مت کرو۔

اڑتیسویں نصیحت یہ ہے کہ خارجی امورات (جیسے مال و زر اور جاہ و منصب

وغیرہ) کو (اپنی دینی و دنیوی تکمیل کا) سرمایہ نہ بنائے رکھو (یعنی اپنی دینی اور دنیوی تکمیل میں خارجی سرمایہ پر اعتماد کئے ہوئے نہ رہو اس لئے کہ خارجی امور کو پائداری نہیں ہوتی اور جس چیز کو پائداری نہیں ہوتی وہ سرمایہ بنانے کے قابل نہیں ہو سکتی بلکہ نفسانی فضائل (یعنی اخلاق و اعمال حسنہ) کو اپنی دینی و دنیوی تکمیل کا سرمایہ بنائے رکھو کیونکہ وہ فضائل نفسانیہ اندرون ذات اور غیر زائل و پائدار ہیں)

انچالیسویں نصیحت یہ ہے کہ گرفتاران مصیبت کی ہر طرح ہمدردی اور مدد کرو۔ (اور مصیبت سے ان کو چھڑاؤ) مگر جو شخص گرفتار خصائل قبیحہ ہو اس کی مدد اور ہمدردی نہ کرو (اس لئے کہ پہلی قسم کی گرفتاری اختیاری نہیں ہے بلکہ اضطراری اور آسمانی ہے بخلاف اس کے یہ دوسری قسم کی گرفتاری بالکل اختیاری ہے یعنی جس امر سے رکنا اور باز رہنا بالکل اختیار میں ہے تو شخص اپنی ہوائے نفسانی سے اپنے اس اختیار کو باطل کر کے اپنے ارادہ سے گرفتار اخلاق قبیحہ ہو جانا بہت ہی ناقابلیت اور کم فطرتی کی علامت ہے لہذا ایسے شخص نے خود اپنے کو ناقابل ہمدردی بنا رکھا ہے اور گویا اپنے تجربہ اور مغیرہ حال کی وجہ سے خود بخود اعانت و ہمدردی کا مانع ہوا ہے خلاصہ یہ کہ انھوں نے اپنے اختیار کا استعمال امر ناقابل استعمال میں کیا ہے جس سے اسکی نفسی شرافت رذالت سے مبدل ہو گئی ہے۔ گویا اپنی عمر نفیس کے مصرف نفیس کو انھوں نے از خود خسیس بنا کر خساست کو نفاست پر ترجیح دی لہذا وہ اعانت نفیس کے قابل نہ رہا۔

چالیسویں نصیحت یہ ہے کہ ہمیشہ عدل اور نیکیوں کے پابند رہو۔

باب (۷۵)

نصائح افلاطونیہ کے آغاز و ختم کی حکمت میں

افلاطون نے اپنی ان تمام مذکورہ نصائح کو خداشناسی کی نصیحت سے شروع کیا اور عدل اور نیکیوں کی دائمی پابندی کی نصیحت پر ان نصائح کو ختم کیا ہے گویا خداشناسی کو جو تمام نیکیوں کی اصل الاصول ہے فاتحہ نصائح بنایا اور عدل واعمال صالحہ کی پابندی کو جو اوس اصول کی فرع خاص ہے خاتمہ نصائح گردانا تا معلوم ہو کہ دونوں نصیحتیں یعنی صلاح انسانی کی بنیاد (یعنی پایہ) و عماد (یعنی ستون) اور یہی اصل کی روح فیاض و نفس فعال ہیں لہذا وضعاً بھی وہ مقدم ہوئیں جب صلاح انسانی کی اس فطری بنیاد و عماد کا اور اس کی روح فیاض اور نفس فعال کا یعنی استحکام و استقرار ہو جاتا ہے تو اب اوس صلاح کی بنا یعنی عمارت جو تمام اعمال حسنہ اور اخلاق فاضلہ سے مراد ہے) نہایت مضبوطی اور خوشنمائی کے ساتھ اس بنیاد و عماد پر مرتب و قائم ہونے لگتی ہے اور اسی روح و نفس کی فعالیت و فیاضی سے اس میں بہت کچھ وسعت ہوتی ہے یہاں تک کہ یہ (روح و نفس) اوس اصلاح انسانی کی بنا کو عدل اور عمل صالح اور خیر رسانی کی پابندی (جو اوس بنا کے دائرہ کمال و بقا کے مرکز ہیں) عطا فرماتی ہے جس سے اوس کی یہ دنیوی حیات طیبہ (پاکیزہ زندگی) ہو جاتی ہے اور دنیا ہی میں اوس کی یہ حیات اخروی حیات سے مناسبت پیدا کر کے یہیں (دنیا میں) اوس (اخروی حیات) کے ساتھ ملحق ہو

اوس کی ہم رنگ بنجاتی ہے ؎

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق — ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

گویا عمل صالح اور عدل خدا شناسی کا بہت بڑا دنیوی نتیجہ ہے۔ اسی بنا پر حکیم کی نصیحتیں اوس پر ختم ہوئیں ہیں تا معلوم ہو کہ اسی عدل و عمل پر انسان کی تکمیل اور اس تکمیل کی بقا ہے۔

باب (۷۶)

اعلیحضرت کیلئے دعا کرنے اور بارگاہ اعلیٰ سے اپنی قلبی وابستگی کے اظہار میں

اور اس سب بیان کی غایت ہماری یہ دعا ہے کہ ہمارے حضرت اعلیٰ اور شہزادہ معظم کے حکومت و شوکت کو خدائے جلّ و علا عدل و انصاف اور اعمال صالحہ اور اخلاق حسنہ کے ساتھ ہمیشہ عالی (یعنی بلند) رکھے اور اپنے کلمۃُ اللہِ ھِیَ الْعُلْیَا[1] کے جوار اعلیٰ سے اوس کو شرف فرمائے اور مخالفان حضرت کے کلمہ مخالفت و رذالت کو ہمیشہ اسفل (یعنی پست) رکھے۔ وَجَعَلَ کَلِمَۃَ الَّذِیْنَ کَفَرُوا السُّفْلٰی[2] کے ساتھ اوس کو اسفل السافلین کے قعر سے الالبو میں پہنچاوے اور چونکہ سلطنت کی خدمت و حمایت بہت بڑا اسلامی فریضہ ہے اور میرے آبا و اجداد اور میرے اسلاف کرام (جو سادات عظام سے گزرے ہیں) اس (فریضہ) کے پابند گزرے ہیں۔ لہذا میرے مادہ تکوین میں (از راہ

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ کا کلمہ ایمان و اسلام ہی سب سے بلند ہے۔ (۲) اور کیا کافروں کے کلمۂ کفر کو سب سے نیچا

اعلیحضرت کے لئے دعا اور بارگاہ اعلیٰ سے اپنی قلبی وابستگی کا اظہار

سیادت نبی) یہ اسلامی فریضہ مسلسل چلا آرہا ہے اور پھر میری پرورش اور میری نشو ونما بھی اسی مادہ نسبیہ کی موافق ہوی لہذا دعاگو کے ہر آغاز وانجام اور اس کی ہر ابتدا و انتہا میں یہی فریضہ اس کے پیش نظر رہا ہے۔ یہاں تک کہ میرے ہر رگ وریشہ میں اوس فریضہ کی پختگی ہو گئی ہے بلکہ وہ مثل خون میرے تمام جسم میں دوڑ گیا ہے لہذا وہی میری بہار خزاں کا سرچشمہ ہے یعنے اگر میں نے اپنی ہر نشست و برخاست اور اپنی ہر حرکت و سکون میں اوس خدمت وحمایت کو پیش نظر رکھا تو وہی میری بہار ہے اور اگر میں نے اوس کو طرفۃ العین میں فراموش کیا تو وہی میری خزاں ہے اور صرف مجھ ہی پر منحصر نہیں ہے بلکہ جس کسی نے اس فریضہ کی حقیقت معلوم کی ہے اور اوس کے قول پر عمل اور بلندی وپستی کی سیر کی ہے اور اوس کا بھی یہی حال ہوگا اور جو کوئی اس فریضہ سے غافل وجاہل یا اوس سے مخالفت وبغاوت کی جانب مائل ہے تو اوس کا منتقم خدائے عادل ہے بنا بر علیہ دعاگو اس خدمت وحمایت کو فریضۂ اسلامیہ جان کر کُونُوا قَوَّامِينَ لِلّٰهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ[1] کے فرمان واجب الاذعان کی تعمیل وامتثال میں عزم واستقلال کے ساتھ سلطنت علیہ کی خدمت وحمایت پر قائم اور ثابت قدم ہے اور اس ثابت قدمی کے ہمیشہ بحال وقائم رہنے کے لئے بارگاہ الٰہی میں الصبح والمساء یہ التجا کرتا ہے کہ رَبَّنَا اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا[2] ...

---

[1] نہایت استقلال کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کے لئے قائم ہو جاؤ اور حالیکہ عدل وراستی کے ساتھ شہادت دینے والے بنے رہو۔ [2] اے پروردگار صبر ہم پر ڈال اے مولانا ...... سلطان العلوم حضرت آصف جاہ سابع نواب میر عثمان علیخان بہادر کی اطاعت کے لئے اپنے پاس سے ہم پر ثبات واستقلال کا لگاتار فیضان فرما اور ہمارا قدم اونکی حمایت و نصرت پر جما رکھ اور انکی بادشاہی کے مربیانہ احسانات ونعمتوں کے منکروں اور ناشکروں پر ہم کو غلبہ دے۔

لِاطَاعَةِ مَولَانَا السُّلطَانِ وَثَبِّتْ اَقدَامَنَا عَلیٰ حِمَایَتِہٖ وَالاِنتِصَارِ لَہٗ وَانصُرنَا عَلَی القَومِ الکَافِرِینَ لِنُعَانِہِ السَّلطَانِیَةِ وَالجَاھِلِینَ لِالٰاۡیۡہِ

باب (۷۷)

عقیدتمند آخاتمہ کی تمہید میں سعیہ تبا تبرک الملوک

اور چونکہ دعاگو کو اس فریضہ (خدمت وحمایت سلطنت) کی نسبت (اوس پیوستگی کی وجہ) سے بہت کچھ اہتمام ہے اور رہا ہے۔ اور اسی (اہتمام کی وجہ سے اس (فریضۂ خدمت وحمایت) کی بجا آوری کو صرف اوس کی ظاہری صورتوں میں منحصر نہیں رکھا ہے۔ بلکہ خدمت وحمایت کے تمام فوائد وخواص پر اوسکی اہتمامی نظر محیط ہے کیونکہ وہ حصر اوسکی اوس پیوستگی اور اوس کے اس اہتمام کے خلاف اور یہ احاطہ ان دونوں کے مناسب وشایاں ہے لہذا اس کتاب فیض انتساب کے خاتمہ پر بھی اوسی اہتمام کو ملحوظ رکھکر اوس کا خاتمہ تبرکاً تبرک الملوک (مولفہ حضرت امام غزالی قدس سرہ) کی عبارت پر ہدایت اور نشر پر اثر اور مولانا جامی قدس سرہ السامی کے کلام فیض نظام اور نظم پر حظ کرتا ہے تا اون کی برکت اس کتاب مبارک میں نافذ وساری ہو اور وہ (کتاب) اس برکت سے اولاً نصح سلطنت اور ثانیاً ہدایت رعیت میں موثر بلیغ ہو کتاب تبرک الملوک کی عبارت اور مولانا جامی کا کلام (جو اون کی کتاب سبحۃ الابرار سے منقول ہے)

نعمت ایمان اور اطاعت کی پرورش

انتظام سلطنت کے لئے ایک بڑے جامع وحاوی قانون اور ایک کافی ووافی دستور العمل کے قائم مقام ہے حضرت امام غزالی قدس سرہ العالی نے حمد و نعت کے بعد اپنی کتاب تبر الملوک کا آغاز یوں فرمایا ہے کہ بدان اے[1] بادشاہ اسلام کہ خداوند عزوجل را بر تو نعمتہائے بسیار است وشکر آں بر تو واجب است وہر کہ شکر خداوند عزوجل را نکند نعمت او راز وال آید و تشویر و خجلت و تقصیر در روز قیامت بماند وہر نعمت کہ بمرگ تمام شود آں نعمت پیش خردمندان قدرے ندارد وقدر نعمتے را بود کہ باقی وجاودانہ بود وآں نعمت ایمان است کہ تخم سعادت جاودانیست وایزد سبحانہ وتعالیٰ بادشاہ را ایں نعمت دادہ است و تخم ایمان دراں سینہ پاک و دل عزیز نہادہ و پروردن آں تخم بتو بازگذاشتہ است وگفتہ است کہ ایں تخم را آب طاعت بپرور تا چوں درختے شود کہ بیخ آں بقعر زمین رسد وشاخ آں بمیان آسمان چنانکہ فرمودہ است۔

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا اللہ تعالیٰ کی اس تمثیل کو معلوم کیجئے کہ کلمہ طیبہ کی مثال
كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اس پاکیزہ درخت کی ہے کہ جس کی جڑ زمین میں (اتر کر)
اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَاۤءِ مضبوط اور جمی ہوئی اور اوسکی ڈالیاں بہت اونچی آسمان تک

---

[1] چونکہ خدائے تعالیٰ کی غیر متناہی نعمتوں میں سے انسان کی تمام اصناف کے لئے نعمت ایمان سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں ہوسکتی اور بادشاہ کے حق میں (اون کے مرتبہ عام ہونے کی وجہ سے) تو یہ نعمت ایمان اوروں سے بھی زیادہ اہم اور ضروری ہے لہذا امام نے اسی ضرورت واہمیت کے لحاظ سے اپنی کتاب مستطاب کا آغاز اسی نعمت ایمان سے فرمایا۔ اور بادشاہ کو مخاطب کر کے سب سے پہلے اون کے حق میں یہ نعمت جتائی اور اس عبارت میں کہ (تخم ایمان دراں سینہ پاک و دل عزیز نہادہ) ظاہر فرمایا کہ خدائے تعالیٰ نے ایمان کی تفصیل و وسعت کے اصل واجمال کو (جس کی تعبیر لفظ تخم سے کی ہے) بادشاہ کے سینہ پاک و دل عزیز میں رکھ کر بادشاہ کو حکم دیا کہ طاعت الٰہی سے

ودرخت ایمان چوں بیخ وشاخ آں تمام نشدہ باشد بود کہ باد مرگ در آید و درنفس بازپسیں وبیفگند والعیاذ باللہ بے ایمان پیش خداوند تعالیٰ شود

درخت ایمان کی جڑ روزانہ اور ہفتہ واری عمل / تعداد اور ہر ایک کی تفصیل کا آغاز

باب (٧٨)

اوس شاہی عبادت وعمل میں جس سے درخت ایمان کی پرورش ہوتی ہے

وبداں اے بادشاہ کہ ایں درخت را دہ بیخ است ودہ شاخ وبیخ آں اعتقاد دل است وشاخ آں کردارہائے تن وایں ہمہ چوں قبول واقبالے از

(بقیہ حاشیہ) اس اصل واجمال کو بسیط ووسیع کریں۔ اور اس اصل واجمال کو (جو مثل تخم پوشیدہ) مخفی ہے مثل درخت اور مثل اوس کی شاخوں کے اندرون زمین کی اختفا سے انبساط ووسعت کے ظہور کی جانب لائیں اور یہاں تک اوس کے استحکام اور اوس کی وسعت درخت میں کوشش واہتمام فرمائیں کہ جس سے اوس درخت ایمان کی جڑ قعر زمین میں اور اوس کی شاخیں آسمان پر پھیل جائیں اور تمام رعایا اوس درخت مبارک کے عالمگیر سایہ اور اوس کے پھل اور پھول وغیرہ سے محفوظ وبہرہ ور رہیں گویا بادشاہ کا یہ ایمانی درخت دنیا میں اپنی وسعت سے ہر ایک فرد رعیت کو اوسی طرح محفوظ وبہرہ ور رکھے جس طرح عقبےٰ میں درخت طوبیٰ اپنی وسعت بے نہایت سے اہل بہشت کی ہر ہر فرد کو محفوظ وبہرہ ور رکھے گا۔ اس تقریر سے ایمان شاہی کی عام نفع رسانی کا اور تمام اشخاص وایمان کے اصناف کے ایمان میں ایمان شاہی کی اہمیت وضرورت کا پتہ چل جاتا ہے۔

درخت ایمان کی شاخوں پر پرورش کا طریقہ

سلہ روزانہ عمل یعنے نماز پنجگانہ کے علاوہ یہ (یعنی مصروفیت جمعہ) ایک ہفتہ واری خاص عمل کی ہدایت ہے کہ جس (خاص عمل) سے درخت ایمان کی پرورش میں بہت بڑی تائید ملتی ہے اس لئے فرایض کے علاوہ نوافل ازروئے حدیث قدسی دربار الٰہی کے سبب تقرب ہوتے ہیں اور بعد فرائض پنجگانہ بادشاہ کا بہت بڑا فریضہ انتظام ملک کی مصروفیت ہے لہذا اون کو بجز یوم جمعہ کے اور دنوں میں اس فریضہ شاہی سے فرصت نہیں ملتی اس بناپر بروز جمعہ اون کو نوافل میں مشغول ہونے کی ہدایت فرمائی ہے۔ وہ اون کے حق میں باذن اللہ دربار الٰہی کے تقرب کا قوی سبب اور درخت ایمان

از مجلس اعلیٰ یافت ایں دو بیخ ووہ شاخ را تفصیل داد تا ملک اسلام بہ پروردن ایں مشغول شود و ایں (یعنی پروردن درخت ایمان) بداں راست آید کہ از یکھفتہ یک روز در کار آخرت کنی و بخداوند خویش مشغول شوی و آں روز آدینہ است کہ عید مسلمانان است الخ شب آدینہ۔ نیت روزہ کن و اگر پنجشنبہ باں یار کنی اولیٰ تر۔ روز آدینہ بامداد برخیز پیش از صبح غسل کن و جامۂ پاک اندر پوش کہ صفت در و بود حلال و نمازی بود و ابریشم نباشد۔ بتابستان دق مصری و قصب و توزی و بزمستان خزوینہ و صوف رومی و ہر جامہ کہ بدیں صفت نبود پسندیدۂ حق سبحانہ و تعالیٰ نباشد نماز بامداد بجماعت کن و تا آفتاب بر آمدن سخن مگوے و روز از قبلہ مگردان و تسبیحے در دست گیر و ہزار بار بگوے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ و چوں آفتاب بر آید کسے را بگو تا ایں کتاب

(بقیہ حاشیہ گذشتہ) کی پرورش کا زبردست سامان ہو امام نے اپنی اس ہدایت میں کہ "و ایں بداں راست آید کہ از یک ہفتہ یک روز درکار آخرت کنی" اسی کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

لہ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بادشاہ کو ناصحانہ ارشاد فرمایا ہے کہ وہ ہر جمعہ اپنی کتاب تبر المسبوک کو (جو بادشاہ کے لیے امام کا ایک مجموعہ نصیحت ہے) پڑھوا کر سنا کریں تا نفس میں اس کا اثر تازہ رہے اور کہنہ نہ ہونے پائے۔ چونکہ دعا گو بھی اس دولت ابد مدت کا جان نثار مخلص ہے لہذا امام کے اتباع سے پیشگاہ اعلیٰ میں نہایت خلوص و عقیدت مندی کے ساتھ اس کی بے تکلفانہ عرض ہے کہ کیا خوب ہوگا جو حضرت اعلیٰ بھی اسی طرح کتاب موصوفہ کو پڑھوا کر سنا کریں اور کم از کم کتاب موصوف کے اس انتخاب کو (پڑھوا کر سننے میں) اس اصل کتاب کے قائم مقام بنائیں۔ اگر خود کتاب موصوف کو پڑھوا کر اس کی سماعت فرمانی مرکوز خاطر اقدس ہو تو کتب خانہ آصفیہ میں اس کتاب مستطاب کا ایک قلمی نسخہ موجود ہے۔ اس کے علاوہ اس کتاب کے اور متعدد نسخوں کے بہ دست کرنے کا حکم صادر فرمایا جائے جب متعدد نسخے بہ دست ہو جائیں تو باہم ایک دوسرے کے مقابلے سے اس کتاب مستطاب کی تصحیح کا حکم فرمایا جائے تا وہ کتاب بالکل اپنی اصلیت تالیف پر مصحح ہو جائے اس کے بعد ہر جمعہ کو اس کی سماعت جاری رہے۔ حضرت اعلیٰ کے ضمیر انور پر مخفی نہیں ہے کہ بزرگوں کے ناصحانہ کلام پر از تاثیر و برکات ہوتے ہیں۔ خدائے تعالیٰ نے قلوب پران کو حکومت اور برکات پران کو قبضہ دے رکھا ہے جب آدمی کو انکے اور انکے کلام کے ساتھ خلوص عقیدت ہو تو باذن اللہ ان کا کلام قلوب کو پھیر دیتا ہے اور برکات کی کشش فرما تا ہے اور اسباب کو مہیا کر دیتا ہے ؛

بر تو خواند علی الدوام تا با دبماند چوں کتاب برخوانند چہار رکعت نماز تسبیح بکن بوقت

چاشتگاہ کہ ایں نماز عظیم است خاص روز آدینہ الخ

و دریں روز بسیار صدقہ دہ داین بروزانہ ہفتہ درکار خداوند تعالیٰ با آخر رساں تا خداوند تعالیٰ

باقی ہفتہ را درکار تو کند

باب (۷۹)

درخت ایمان کی بیخ وشاخ کی تفصیل و تعداد میں

آغاز اصول اعتقاد کہ بیخ ایمان است۔

بداں اے ملک کہ تو آفریدہ شدہ و ترا آفریدگار سے است کہ آفریدگار ہمہ عالم است

اصل دوم پاکی حق سبحانہ و تعالیٰ بدانکہ وی را ہیچ صورت [illegible] البتہ نیست الخ

ملہ چونکہ جمعہ عام تعطیل کا دن ہے اور اس روز تعطیل عام کی وجہ یہی ہے کہ تمام اہل اسلام اس روز صبح سے نماز جمعہ کے تہیہ میں مشغول ہوں بلکہ نماز فجر کو جو جائیں تو پھر نماز جمعہ پڑھکر ہی مسجد سے گھر کو واپس ہوں اور نماز فجر کے فراغ سے لیکر ادائے نماز جمعہ تک نوافل و اذکار میں مصروف رہیں لہذا حضرت سلطان بہ نیت عام مسلمانوں کے اس روز کی مصروفیت [illegible] یادرکھ لیں گے گویا اپنی تمام رعایائے اہل اسلام کی جانب سے اس روز وہ شہنشاہ حقیقی تعالیٰ شانہ کے دربار میں حاضر ہوکر ان (سب رعایا) کے لئے خواہان خیر ہوں گے اور [illegible] اپنی اور اپنی تمام رعایا کی کارسازی کی درخواست فرمائیں گے اور دوسرے جمعہ تک بہ فراغ خاطر اپنی رعایا کو اس کارسازی شہنشاہی سے خوش وخرم رکھیں گے اور پھر دوسرے جمعہ کو حاضر دربار الٰہی ہوں گے اور حسب سابق ہفتہ آئندہ کی کارسازی اس دربار اقدس سے حاصل فرمائیں گے اور اسی طرح ہمیشہ اس ایک روز کی حاضری سے اس دربار اقدس کی دوامی کارسازی کو حاصل فرماتے رہیں گے۔ حضرت امام غزالیؒ اس ہدایت مبارک میں کہ (این روزانہ ہفتہ درکار خداوند تعالیٰ با آخر رساں تا خداوند تعالیٰ باقی ہفتہ را درکار تو کند) اسی مضمون کی طرف اشارہ ہے

اعتقاد کے دس اصول جو درخت ایمان کی جڑ ہیں۔ ہر جمعہ کو دربار شاہی میں حاضری کا مجموعہ

اصل سوم ۔ قدرت وے است قادر است و توانا الخ

اصل چہارم ۔ علم وے است الخ

اصل پنجم ۔ خواست وے است ۔ ہرچہ در عالم است ہمہ بارادت و خواست وے است الخ

اصل ششم ۔ بینائی و شنوائی وے است الخ

اصل ہفتم ۔ فرمان وے است فرمان وے بر ہمہ خلق روان و واجب است الخ

اصل ہشتم ۔ افعال و کردار وے است ہرچہ در عالم است آفریدہ وے است الخ

اصل نہم ۔ آخرت است عالم کہ آفریدہ از دو نوع و آفرید جان و کالبد و کالبد را منزل گاہ جان آدمیان ساخت تا زاد آخرت از ین عالم برگیرند الخ

اصل دہم ۔ ذکر مطابعت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام

حق سبحانہ تعالیٰ تقدیر کردہ بود کہ کردار آدمی بعضے بہ سبب سعادت و بعضے بہ سبب شقاوت گردد و آدمی آں را از خویشتن نتواند شناخت پس بہ فضل و رحمت خویش بندگان را انبیا فرستاد بآں کسانیکہ در ازل بسعادت ایشاں حکم کردہ بود و آں پیغمبراں را بفرستاد ایشاں را بخلق تا راہ سعادت و شقاوت برایشاں آشکارا کنند تا ہیچکس را بر خدا تعالیٰ حجت نماند و آخر ہمہ رسول ما را علیہ الصلوٰۃ والسلام بخلق فرستاد و نبوت وے بدرجہ کمال رسانید و بدین سبب وے را خاتم انبیا کرد و یاراں و اصحاب وے را بہترین اصحاب پیغمبراں گردانید الخ

آغاز شاخہائے درخت ایمان ۔

بداں یا مالک کہ ہرچہ در دل باشد از دانش و اعتقاد بیخ ایمان است ۔ وہرچہ بر ہفت اندام باشد از طاعت و عدل شاخ ایمان است و چوں شاخ پژمردہ باشد دلیل آں بود کہ بیخ ضعیف بود و بوقت مرگ پایدار نباشد و بیفتد کہ گرد این عنوان ایمان

دلست وکردار تین آنست کہ از ہر چہ حرام است دور باشی و ہر چہ فریضہ است بجا آری
وایں دو قسم است۔
یکے میان تست وحق عزوعلی چوں نماز وروزہ و دور بودن از حرام خوردن وحرام کردن
ودیگر میان تو وخلق است وایں عدل است میان رعیت ودست باز داشتن از ظلم الخ
وبدانکہ انچہ میان تو وحق سبحانہ وتعالیٰ است عفو بداں نزدیکتر باشد وانچہ بمظالم بندگان
سبحانہ تعالیٰ باز گردد وتعلق بدیشاں دارد در قیامت ہیچ حال فرو نگذارند وایں خطریست
عظیم وازیں خطر نرہد ہیچ سلطانے الا آنکہ عدل کند۔

باب (۸۰)

اصول عدل کے بیان میں

وچوں چنین است مہم تر آنست کہ اصل عدل پیدا کنم تا بدانند کہ در قیامت عدل
وانصاف از وے چوں در خواہند۔

واصول عدل وانصاف بر رعیت دہ است

اصل اول آن است کہ قدر حق ولایت بداند وخطر آں نیز بداند الخ

عدل کے دس اصول

اس ارشاد میں امام نے بادشاہ کے فریضہ خاص یعنی عدل کا اور بادشاہ کے لیے اس فریضہ کے اہم واشد ضروری ہونے کا بیان فرمایا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے روزانہ فرایض ادا کرنے کے بعد حضرت سلطان کے لیے اس فریضۂ خاص سے بڑھ کر کوئی فریضہ نہیں ہے اور چونکہ بیخ ایمان یعنی اصول ایمانیہ میں تخصیص و ترجیح نہیں ہوسکتی بلکہ وہ اصول ایمانیہ سب کے حق میں یکساں ہیں لہذا اس بیخ ایمان کو امام نے بلا خصوصیت بیان فرمایا اور شاخ ایمان یعنی اعمال ایمانیہ میں تخصیص و ترجیح ہے یعنی عام ایمانی اعمال کے علاوہ بادشاہ اسلام کے لیے ایک خاص ایمانی عمل ہے اور وہ عدل ہے جس کا تعلق خاص بادشاہ سے ہے لہذا امام نے عام اعمال ایمانیہ میں سے یہاں بادشاہ اسلام کے خاص اس ایمانی عمل (یعنی عدل کو) خصوصیت اور تعداد کے ساتھ

(حضرت امام غزالی رح نے اس اصل اول کو طوالت کے ساتھ ذکر فرمایا ہے مگر دعاگو نے اسی پر اکتفا کیا۔

اصل دوم آنست کہ ہمیشہ تشنہ باشد بدیدار علمائے دیندار و حریص بود بر شنیدن پند ایشان و حذر کند از دیدار علمائے حریص بر دنیا کہ وے را زیاں دارد الخ

شقیق بلخی رح در پیش ہارون الرشید رفت ہارون الرشید گفت توئی شقیق زاہد گفت شقیق منم و لے زاہد نے گفت مرا پندے دہ۔ گفت خدا تعالیٰ ترا بجائے صدیق رض نشاندہ است از تو صدق درخواہد چنانکہ از وے و بجائے فاروق رض نشاندہ است از تو فرق درخواہد میان حق و باطل چنانکہ از وے۔ و بجائے ذوالنورین نشاندہ است۔ از تو شرم و کرم درخواہد چنانچہ از وے و بجائے علی نشاندہ است از تو علم و عدل درخواہد چنانکہ از وے الخ

(اس دوسرے اصل کو بھی امام نے کچھ تھوڑی سی طوالت کے ساتھ ذکر فرمایا ہے)

اصل سوم آنکہ ملک بداں قناعت نکند کہ خود ظلم رواندارد و لیکن غلامان و چاکران و نائبان و گماشتگان خود را زجر کند و بظلم ایشاں رضا ندہد کہ وے را از حاشیہ بپرسند چنانکہ از ظلم وے الخ

اصل چہارم غالب بر والی تکبر بباشد و از تکبر خشم غالب شود و وے را بہ انتقام دعوت کند و خشم غول عقل است و علاج آں در کتاب غضب از کتاب احیا در ربع مہلکات یاد کردیم اما چوں خشم غالب شد باید کہ جہد کند تا در ہمہ کارہا میل بجانب عفو کند و کرم و بردباری پیشہ گیرد تا مشابہ انبیا و اولیا بود و مانند ددگان نباشد (اس چوتھے بیان کو بھی امام نے تھوڑی سی طوالت دی ہے۔

اصل پنجم آنکہ در ہر واقعہ کہ پیش آید تقدیر کند کہ وے رعیت و دیگرے والی است

(بقیہ حاشیہ گذشتہ) ذکر فرمایا جو تمام بادشاہان اسلام کے لیے ایک عمدہ اصولی دستور العمل ہے۔

تو ہر چہ شود را نہ پسند دیگرے روا ندارد و اگر روا دارد غش و خیانت کردہ باشد در ولایت

با خداوند در ولایت و خداوند ولایت حق سبحانہ و تعالیٰ است

اصل ششم آنکہ انتظار وطلب ارباب حاجات بر درگاہ حقیر شناسد و از آں خطر حذر کند

و تا مسلماناں را حاجتے بود بہیچ عبادت از نوافل مشغول نشود کہ حاجات مسلماناں گذاردن

از ہمہ نوافل فاضلتر است الخ

اصل ہفتم آنکہ خویشتن را عادت نکند کہ بشہوات مشغول شود بدانکہ جامہ نیکوتر پوشد و طعام

خوش خورد بلکہ در ہمہ چیز با قناعت کند کہ بے قناعت عدل ممکن نشود الخ

اصل ہشتم آنکہ عمل کند برفق با مرداں تا با وے در روز قیامت رفق کنند الخ

اصل نہم آنکہ جد و جہد کند تا ہمہ رعیت وے خوشنود شوند و با موافقت شرع بدیشاں

زندگانی کند الخ

اصل دہم آنکہ رضائے ہیچ کس طلب نکند بر خلاف شرع الخ

باب (۸۱)

ان دو چشموں کے بیان میں جن سے درخت ایمان کی آبرسانی ہوتی ہے

پیدا کردن دو چشمہ کہ آبخور شجرۂ ایمان است

چون بیخہا و شاخہائے ایمان معلوم شد بدانکہ اینجا دو چشمہ دانش است کہ ایں درخت آب از وے کند

امام نے اپنی کتاب مستطاب میں جو ترتیب ملحوظ رکھی ہے وہ نہایت عاقلانہ اور حکیمانہ ترتیب ہے۔ تخم ایمان (یعنی اسم اعظم) کے ذریع خاص (یعنی باطن شاہی) سے (جو ذرایع عامہ کی تقویت بخش ہے) اس ترتیب کو شروع فرمایا اور تخم کے بعد بیخ یعنے جڑ کے ظہور کا اور اس کے بعد درخت اور اس کی شاخوں کے ظہور کا درجہ ہے لہٰذا اسی ترتیب سے تخم ایمان اور اس تخم کے ذریع خاص کے بعد بیخ ایمان کا اور پھر اس کے بعد درخت ایمان کی شاخوں کا ذکر فرمایا

ان چشموں کے بیان میں جن سے درخت ایمان کی آبرسانی ہوتی ہے۔

چشمۂ اول شناخت دنیا است کہ وے خود چیست و آدمی را بدنیا برائے چیست و برائے چہ آفریدہ اند
اے پادشاہ بدانکہ دنیا منزل گاہ است نہ قرارگاہ (اس بیان کو امام نے بہت طوالت
دی ہے لہذا دعاگو نے بنظر اختصار اتنے پر ہی اکتفا کی) چشمۂ دوم در شناختن نفس آخر را
بدانکہ آدمیاں دو گروہ اند، گروہے دنیا طلب اند و از نفس باز پسیں نیندیشند و گروہے کہ عاقل
باشند ہمیشہ نفس باز پسیں پیش چشم دارند تا ایشاں را چوں خواہند بود و ایمان بسلامت چوں خواہند برد و چہ
چیز با ایشاں بگور خواہد شد الخ (اس بیان کو بھی امام نے مثل بیان اول بہت طوالت دی
ہے) ہر کہ دنیا را چنانکہ گفتیم کہ دنیا منزلگاہ است نہ قرارگاہ (بیاں طور) بدانست و نفس باز پسیں بہ
دل نقد تازہ داشت کار دنیا بروے آسان شد و درخت ایمان را بیخ قوی کرد و شاخہا از روے
[illegible] و ایمان بسلامت برد و بنزد حق سبحانہ و تعالیٰ انشاء اللہ۔ خداوند جل [illegible]
ملک اسلام را بچشم [illegible] دنیا و آخرت را چنانکہ ہست بداند و ببیند و رنج در کار آخرت برد و خلق
را نیکو دارد۔ و ہزاران ہزار خلق رعیت وے اند اگر با ایشاں عدل کند ہمہ شفیع وے باشند روز
قیامت و ایمن باشد از عذاب و عقوبت و اگر با ایشاں ظلم کند ہمہ خصم وے باشند و کسے را کہ چندیں
خصم باشند کار وے عظیم با خطر بود۔

(بقیہ حاشیہ گذشتہ) اسی تدریج خاص کی مناسبت کو ملحوظ رکھ کر یہاں درخت ایمان کی شاخوں میں اس درخت [illegible]
شاخوں کے علاوہ اس کی مخصوص شاخیں (یعنی اصول عدل) [illegible] اللہ تعالیٰ نے [illegible] شاخوں کی سرسبزی [illegible]
معین فرمایا ہے [illegible] درخت کا ظاہری آغاز اور ظاہری سلسلہ [illegible] ہے لہذا اس کے چشم دید
اور ظاہر ہونے کی وجہ سے اس کا بیان پہلے ہوا اب ہی وہ چیز [illegible] ہے اس درخت کا قیام اور اس کی بقا ہے تو وہ دوسرا
مثل روح مخفی ہے لہذا پہلے وجود کو قائم کر کے پھر اس عبارت میں کہ (دنیا دو چشمہ دانش است الخ) اس کے قیام و بقا کے
سامان کا ذکر فرمایا اب درخت ایمان مع اس کے سامان ابتدا و ترقی کے قائم ہو چکا اور بادشاہ عالیجاہ نے رعایا کی ایک
بے شمار تعداد کو اس درخت وسیع و رفیع سے متعلق کر لیا اور اس کے سایہ میں ان کو مامون و محفوظ فرما دیا۔ گویا اب مقصد
کی تکمیل ہو چکی اور آیندہ اس (تکمیل مقصد) کے بعد جو کچھ ہوگا وہ اس مقصد کا تابع اور اسی کے ساتھ ملحق ہوگا۔

باب (۸۴)

بادشاہوں کے عدل و سیرت میں اور رعایا پر انکی اطاعت لازم ہونے میں

پیدا کردن عدل و سیرت پادشاہان

بدانکہ حق سبحانہ وتعالیٰ از بنی آدم دو گروہ را برگزید و آں دو گروہ را بر دیگراں فضل نہاد یکے پیغامبراں علیہم السلام و دیگر پادشاہاں را اما پیغامبراں را علیہم السلام بفرستاد بر بندگان خویش تا ایشاں را بوے راہ نمایند و پادشاہان را بعیث کرد تا ایشاں را از یکدیگر نگاہ دارند و مصلحت زندگانی خلایق بدیشان حوالت کرد و ایشاں را محلے بزرگ نہاد چنانچہ مرد است اَلسُّلْطَانُ ظِلُّ اللّٰہِ فِی الْاَرْضِ۔ سلطان سایۂ ہدایت خدا است عزوجل بر زمیں یعنی بزرگ گماشتہ خدا است بر خلق خویش پس بباید دانست کہ او را آں پادشاہی قرار دو است و ازیں روے اطاعت ایشاں بباید داشتن و ایشاں را دوست بباید داشتن و متابع باید بود با ایشان منازعت نشاید کرد و دشمنی باید داشت کہ خدائے تعالیٰ گفت اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ تفسیر ایں آیت آنست کہ مطیع باشد خدائے را و انبیا را و امیراں خویش را پس ہر کرا خدائے تعالیٰ دین دادہ باشد پادشاہاں را دوستدار و مطیع باشد۔

بادشاہوں کے عدل و سیرت کا بیان

امام غزالی رح کی اس تقریر سے (جس کا آغاز بدانکہ حق سبحانہ و تعالیٰ سے ہو کر پادشاہاں را دوستدار و مطیع باشد پر ختم ہوا ہے) بادشاہوں کی غایت عظمت اور اس کے لزوم اطاعت کا جو اظہار ہوتا ہے وہ پوشیدہ نہیں ہے اس سے ظاہر کیا ہوگا کہ بنی آدم کی تقسیم و تفریق میں ان کو حضرت انبیا علیہم السلام کے پہلو میں جگہ ملی ہے اور بنی آدم کی منتخب گروہ کی دوسری قسم وہی ٹھہرے ہیں جنکے ساتھ تیسری قسم نہیں ہے گویا انبیا علیہم السلام کے بعد بنی آدم کا اصل و خلاصہ اور ان کا مغز و لب لباب بادشاہوں کی ہی قسم ہے ان کی اسی عظمت کی وجہ سے امام نے اپنے اس قول میں کہ (پس ہر کرا خدائے تعالیٰ دین دادہ باشد پادشاہاں را دوستدار و مطیع باشد) دینی فطرت کو بادشاہوں کی اطاعت کا مبدا ٹھہرایا ہے اس بناپر دین خالص اطاعت شاہی کا داعی ٹھہرتا ہے۔

و بدانکہ بادشاہی خدا تعالیٰ میدہد و آں را دہد کہ خواہد

قولہ قُلِ اللّٰهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ گفت بگو خدائے تعالیٰ بادشاہ بادشاہان است بادشاہی اورا دہد کہ خود خواہد یکے را عزیز کند بفضل و یکے را ذلیل کند بعدل۔

باب (۸۴)

بادشاہ کی صفت میں اور ان سے دنیا کی آبادی میں

وسلطان بحقیقت آنست کہ عدل کند میان بندگان وے و جور و فساد نکند و سلطان جابر شوم است بقا نبودش زیرا کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام گفت اَلْمُلْكُ يَبْقٰى مَعَ الْكُفْرِ وَلَا يَبْقٰى مَعَ الظُّلْمِ و در تاریخہا چنین است کہ نزدیک چہار ہزار سال ایں عالم مغان داشتند و مملکت در خاندان ایشان بود و بداں ماندند کہ درمیان رعیت عدل کردند و در کیش خویش جور و ستم روا نداشتند و جہاں بداد و عدل آباداں کردند الخ

حضرت امام غزالی رحؒ نے آیت کریمہ قل اللہم سے لیکر چنانکہ بوقت ضحاک و افراسیاب و مانند ایشان تک جو مضمون لکھا ہے اس سے ان کو یہی منظور ہے کہ بادشاہ کو سلطنت کے سنبھالنے کا راستہ بتائیں اور اس کے زوال و بقا اور ترقی و تنزل کے سبب کا ایک جامع اور اصولی اشارہ فرمائیں اور اس کے فروعات و جزئیات کو فراست شاہی پر محول کردیں اس دعاگوئے مخلص کو بھی اپنے بادشاہ اسلام سے بنہایت تمنا یہ عرض ہے کہ اس مقام کو بغور ملاحظہ فرمائیں جیسا امام غزالی نے نصیحت خالصہ سے اپنے بادشاہ کے حقوق ادا فرمائے تھے اسی طرح یہ دعاگوئے مخلص بھی بغیر مخلصانہ عرض کیے رہ نہیں سکتا کیونکہ اولاً بوجہ اتحاد اسلامی اس پر حضرت اعلیٰ کا حق عام ہے اور ثانیاً حضرت اعلیٰ کی رعیت اور ثالثاً عموم رعیت میں اس کی خصوصیت و امتیاز اور رابعاً حضرت اعلیٰ کے حقوق نعمت غرض ان تینوں وجوہ سے اس پر حضرت اعلیٰ کے حقوق خالص بلکہ خاص الخاص قایم و لازم ہیں جن کی وجہ سے کبھی وہ مخلصانہ معروضات سے باز نہیں رہ سکتا۔

آبادی اور ویرانی بادشاہوں سے ہوتی ہے

پس بباید دانست که آبادانی و ویرانی جهان از پادشاهان است اگر پادشاه عادل بود جهان آبادان شود و رعیت ایمن باشند چنانکه بوقت آفریدون و اردشیر و بهرام گور و کسری و آن ملوک که مانند ایشان بودند۔ و چون پادشاه ستمگار بود جهان ویران شود چنانکه بوقت ضحاک و افراسیاب و مانند ایشان بدانکه یادگار مردم سخن است پس واجب است بر مردم که تخم نیکی کارند و از بدی و عیوب و شبهات دور باشند خاصه ملوک را که از عقب ایشان نام نیک ماند و به بدی یاد نکنند الخ

اما خداوند سبحانه و تعالی پیغامبر ما را فرستاد تا به برکت او دار کفر دار اسلام گشت و او را به نیکوترین روئے بیرون آورد و جهان را بعدل و داد آبادان کرد و ملک آن زمان نوشیروان بود و نوشیروان و آن ملوک که پیش از وے بودند بعدل و داد و سیاست آراسته بودند۔

و آنهمه به برکت رسول ما بود صلی اللہ علیہ وسلم که بروزگار او بزاد الخ و نوشیروان جهان را آبادان داشت چنانکه بحکایت آمده است که نوشیروان در ایام پادشاهی خویشتن را بیمار ساخت و امینان را بفرمود تا گرد مملکت او بر آیند و از ویرانها خشتے کهنه طلب کنند تا بیماری او را علاج کنند امینان همه مملکت بر گشتند و باز آمدند که در همه مملکت جائے نیافتیم که ویران باشد و نه خشت کهنه نوشیروان دعا کرد و شکر گزارد و گفت که من آن را آزمایش میکردم تا بدانم که در مملکت من جائے ویران هست اکنون که نیست پادشاهی من تمام شد۔

جب حضرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود باجود کا یہ اثر ہو کہ محض نوشیروان کے زمانے میں آپ کے تولد ہونے کی برکت سے نوشیروان کو اقامت عدل نصیب ہوا اور حالانکہ وہ مسلمان نہ تھا بلکہ مجوسی المذہب تھا تو آپ کے بادشاہان امت کے حق میں آپ کا وجود فیض آمود (جو خاص انکی ہدایت و ارشاد کے لیے ہے) کس قدر فیض بخش ہوگا بادشاہان اسلام کو اس پر فخر کرنا چاہیے اور عدل کو اپنا مخصوص و مستثنی حصہ جان کر اس میں مسابقت (یعنی عدل میں سبقت) بڑھے ہوئے رہنے کی کوشش کرنی چاہیے)

باب (۸۴)

ظلم کے اقسام اور بادشاہوں کیلئے دینی اہتمام کی ضرورت ہیں اور رعایا کی سیرت بادشاہی کی تابع ہوتی ہیں

و رعیت بادشاہ جابر را دوست ندارند و ہمیشہ بروے دعاے بد کنند تا خداوند تعالیٰ ایشان را برخورداری دہد و ز دو ہلاک شوند و بدانکہ ستم بر دو گونہ است۔ یکے ستم سلطان بر رعیت یا ستم قوی بر ضعیف یا ستم توانگر بر درویش و ستم دیگر آن است کہ بر تن خویش کنی و آن شومی معصیت است۔ تو بر تن خویش ستم و معصیت مکن تا خداوند تعالیٰ از تو ستم باز دارد الخ و نیکوترین چیزے کہ پادشاہان را بباید دین درست است کہ بادشاہی با دین چون برادر است و چنان باید کہ با تیمار بود در کار دین و با جہد بود در گزاردن فرائض بوقت خویش و از ہوا و بدعت دور بود الخ

و اگر بشنود کہ اندر ولایت او کسے متہم است اندر دین طلب دارد و بفرماید تا توبہ کند و اگر نہ عقوبت کند یا از ولایت بیرون کند تا مملکت پاکیزہ کردہ باشد از اہل ہوا و بدعت و اسلام عزیز کردہ باشد الخ

بدانکہ عفت ملک از نگاہداری ملک است و ملک باید کہ پارسائی و عفت رعیت از اندک و بسیار نظر کند و بہ بد کردن ایشان ہمداستان نباشد الخ

محمد بن علی بن الفضل گفت کہ از محمد بن جریر الطبری شنیدم کہ گفت من ندانم

کار خلق با کار سلطان پیوستہ است تا دیدم بروزگار ولید بن عبدالملک کہ ہمت مردمان
باغ و سرائے و ایوان بود و بوقت سلیمان بن عبدالملک ہمت مردمان خوش
خوردن و پوشیدن بود و یکدیگر را گفتندے تو چہ خوردی و چہ دوختہ و بوقت عمر بن عبدالعزیز
ہمت مردمان ہمہ عبادت کردن بود و قرآن خواندن و صدقہ دادن کار ہائے خیر کردن
تا بدانی کہ در ہر روزگارے مردمان آں کنند کہ سلطان ایشاں کند الخ

باب ۸۵

خلیفہ عمر بن عبدالعزیز اور ان کے خزانہ دار سرکاری کی حیرت انگیز سیرت و بیدار مغزی میں اور کمال عدل کے بیان میں

اما سلاطین اسلام پس می شنوی و سیرت ایشاں می خوانی از کتاب ہائے عدل
و نیکو سیرتے ایشاں چنانکہ تا قیامت بر زبان خلق میرود از داد امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ
اندر عدل و سیاست الخ و با خبار عمر بن عبدالعزیز نظر کن کہ کسے را از بنی مروان و بنی
امیہ آں مجاہدت نیست کہ او را ہست کہ کسے کس از ایشاں را دعا و ثنا نکند مگر او را کہ عادل بود
و پاک دین و نیکو سیرت و با رحمت الخ حکایت آوردہ اند کہ عمر عبدالعزیز را غلامے بود

حضرت عمر بن عبدالعزیز کے اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ خلفائے اسلام کو اپنی بادشاہی
سے اپنی شوکت و زینت اور اپنی آرایش و پیرایش منظور نہ تھی بلکہ اس بادشاہی سے انھیں
مسلمانوں کی اصلاح و نگرانی منظور تھی اور اپنے کو وہ مسلمانوں کا کارگذار سمجھتے تھے اور سرکاری
خزانہ سے جو کچھ اپنے اور اپنے متعلقین کی کفایت کے موافق وہ لیا کرتے تھے اس کو وہ محض اپنی اس
کارگذاری کا عوض سمجھ کر لیا کرتے تھے اور اپنے کو وہ اس عوض مشاہرہ کا مستحق جبھی جانتے تھے کہ
جب وہ مسلمانوں کی کارگذاری اس کی مدت معینہ تک کر چکے ہوں اور ان کو اپنی اور اپنی اہل و عیال
کی خورد و نوش کی ضرورت پر بھی گوارا نہ تھا کہ وہ خزانہ سے اپنا مشاہرہ پیشگی لے لیں۔ اس پابندی سے
انھوں نے حکومت کی اور نام نیک چھوڑ گئے

که بیت المال داشتے و عمر را سه دختر بود روز عرفه دختران به نزدیک عمر آمدند و گفتند فردا
عید است زنان و دختران رعیت ما را سرزنش خواهند کرد که دختران امیرالمومنین اید کم از آنکه
جامهٔ نفیس پوشید و بگریستند عمر را دل بدرد آمد امیرالمومنین با غلام خازن گفت که مشاهره ماه آینده
من بجامهٔ دختران ده غلام خازن گفت که یا امیرالمومنین تو مشاهره یکماهه از مسلمانان بستانی
تحت نگاه کن که یکماهه زندگانی داری یا نه عمر فرو ماند و گفت بارک الله غلام نیک
گفتی پس دختران گفت آرزو فرو خورید که هیچ مسلمان بهشت نه بیند تا آرزو فرو نخورد و امیر
چون امیران چنین بودند حواشی ایشان نیز بدین صفت بودند و عدل سلطان آن بود که
در داوری میان مجهول و محتشم صاحب جاه معروف فرق نگذارد و همه را به یک
چشم نگردانند و هرگاه ضعیفے را بر سلطانے دعوی بوده باشد سزاوار آن است که از مسند مملکت
خود برخاسته بحکم حق تعالی عمل نماید و به انصاف گراید و او را راضی سازد و ستم نکند و سخن
حق تعالی اینجا گواه است اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ و حقیقت این لفظ آن است
آنکه اگر کسے را حق بود بر سلطان انصاف از نفس خود بدهد و اگر ملک را حق بود بر دیگرے با وے
مسامحت نماید با منت ننهد بر وے بدان و همچنین عمال و نقباء خویش را بفرماید تا هم برین
مثال باشند

باب ۸۶

امیر خراسان کے اجلاس عام میں اور انکی برکت سے اسکی فتح و ظفر اور اسکی ترقی حکومت میں اور عزت ملک کے اسباب اور سیاست شاہی کی ضرورت میں

حکایت[1] ہم از اسمٰعیل سامانی امیر خراسان حکایت آوردہ اند کہ ہر وقتے کہ بر خواستے و بقہستان آمدے منادی کردن فرمودے و تا ہر دیگر پردہ برگرفتے و حاجب و دربان نبودے تا ہر کسے را مظلمہ بودے بیامدے و با وے سخن گفتے و حاجت وے روا کردے و ہمیں مثال شاں عامل وے کار ہمیں بدے تا آنگاہ کہ وے را روی بپیری شدے آنگاہ برخاستے و ریش خود را گرفتے و روے سوئے آسمان کردے باب چشم و گفتے یا رب جہد من ایں بود کہ کردم و من ندانم کہ ازیں برکدام ستم است و تو خداوندا از درون من آگاہی کہ مرا ستم ناپسند است یا رب مرا بشناخت آن عفو کن و چوں سیرتش نیکو بود کارش بلند شدہ ہمہ لشکر وے ہزار مرد بودند و شیر بار کا بہا ہے چو بین بودند و عمرو لیث را صد ہزار مرد بودند ہمہ در آہن غرق (خداوند تعالیٰ وے را یعنی اسمٰعیل سامانی امیر خراسان را از برکت داد و عدل بر عمرو لیث ظفر داد الخ) و صد و سی سال مملکت اندر

بادشاہان اسلام اور ان کے ارکین سلطنت رعایا کے عرض و معروض بنفس نفیس بلا واسطہ سنا کرتے تھے اور ان کے معاملات و مقدمات ان کے بالمشافہ طے کر دیا کرتے تھے اور عرض حاجت کے لیے بادشاہ کے روبرو آنے کی ان کو ممانعت اور روک ٹوک نہ تھی اور اس قدر اہتمام اور توجہ کے ساتھ رعایا کی دادرسی اور حاجت روائی کرتے ہوئے بھی ہمیشہ ان کو خوف رہتا تھا کہ مبادا اپنی جانب سے کسی پر ظلم واقع ہو

اس واقعہ سے صاف ظاہر ہے کہ مقابل و مخالف پر غالب ہونے کی اصلی صلاح اور اس کا اصلی ساز و سامان داد عدل ہے جس کے ہوتے ہوئے مخالف (گو وہ کتنے ہی ساز و سامان اور کتنے ہی آلات حربیہ کے ساتھ ہو) بعون اللہ ہرگز کامیاب نہیں ہو سکتا اور اگر صلاح داد و عدل نہ ہو تو جنگ کے تمام ساز و سامان اور اس کے تمام آلات بیکار ہیں اس بنا پر آج کل جس کروفر اور جس ساز و سامان اور جس ظاہری شان و شوکت کی طرف حیرت کی نگاہیں لگی ہوئی ہیں وہ سب ہماری نگاہ میں ہیچ اور ہمارے قلب میں بے وقعت ہیں اور ہر طرف ہماری منتظرانہ نگاہ ہے کہ کس جگہ سے اسمٰعیل سامانی کے جیسا بادشاہ پیدا ہو کر ایک کو ہزار کے مقابل کھڑا کر دیتا ہے اور کوٹ پتلون کے بدن کو انکی آرائش و پیرائش سے برہنہ اور انکے ہاتھوں کو انکے ساز و سامان سے بیکار کرکے انکی بے شمار جماعت کو مثل کنکریوں کے فاخذناہ وجنودہ[1] کی اپنی مشت میں لیکر فنبذناہم فی الیم[2] کی بحر فنا میں کب غرق

[1] پھر لے لیا ہم نے اس کو اور اس کی فوج کو مثل چند کنکریوں کے (اپنی مشت قدرت میں)
[2] پھر ان سب کو اپنی مشت قدرت میں لینے کے بعد پھینک دیا ہم نے ان کو [illegible] دریا میں

خاندان ہے بود چوں کار کو دکان رسید بر خلق جور کردن و ملک از شاں برفت الخ

ابوالحسن اہوازی گوید در کتاب فرائد و قلائد الدنیا لا تصفو الشارب ولا یبقی لصاحب

ایں دنیا سیر نکند ہیچ خورندہ را و وفا نکند ہیچ جویندہ را پس توشہ عمل بگیر امروز برائے

خود اکنوں امروز ماند نہ فردا الخ

اور نیست و نابود کر دیا ہے اور ان پر فاخرجنٰهم من جنّٰت وعیون وکنوز ومقام کریم [۳]
کذٰلک کی حسرت طاری کر کے ان کی جگہ واورثنٰها قوما اٰخرین [۴] کی مبارک اور تازہ آبادی کو اس
وقت قائم فرما دیتا ہے فرعونی نظروں نے جو فی الحقیقت ہوائی نظر ہیں جنکو خفیف وضعیف جانا اور
عبدت [۵] بنی اسرائیل کے مقام میں ان کو اپنا مملوک و مقبوض کیا تھا امید کہ موسوی قوت اس
فرعونی ٹھاٹ کو زیر و زبر کر کے واورثنا القوم الذین کانوا یستضعفون مشارق الارض [۶]
ومغاربها کی زبردست اور وسیع آبادی اور اس کے قائم مقام کرے گی جب فرعونیوں کو ادّوا [۷]
الی عباد الله کا فرمان مدتوں تک سنایا جائے اور ان کو مہلت پر مہلت دی جائے مگر اس پر بھی ان کا
تمرد اور ظلم دور نہ ہوا اور وہ عصیٰ [۸] ادبر یسعیٰ کے عاصیانہ عمل سے باز نہ آئیں تو اس کا انجام
فاخذه الله نکال الاٰخرة والاولیٰ [۹] کے سوائے اور کیا ہوگا پھر کون باچشم بایدیکھے [۱۰]
کے انداز پر اپنی بربادی اور اپنی آبادی اپنے ہاتھوں اجڑتی ہوئی نظر آرہی ہے آئندہ خدا جانے کہ اولی
الحشر [۱۱] کی ناتک کدھر ہوگی وما یعقلها الا العالمون [۱۲]۔

---

[۳] (نکالا ہم نے ان کو ان کے باغوں اور چشموں اور خزانوں اور انکی عمدہ عمدہ عمارات و مقامات سے)
[۴] (اور پھر ان باغوں اور چشموں اور خزانوں اور انکی عمدہ عمدہ عمارات سے ان کو نکال کر اور فنا کر کے وہ سب
باغ و چشمے اور خزانے اور عمدہ عمدہ مقامات دوسری قوم کو دیدیئے)
[۵] (بنی اسرائیل کو تو نے اپنا خدمتگار بنالیا
[۶] (اور دیے ہم نے اس قوم کو جو ضعیف سمجھے جاتے تھے زمین کے مشرقی اور مغربی حصے)
[۷] (بندگان خدا سے اپنے ظلم اور جبر دور کر کے اور ان پر سے اپنا بیجا تحکم اور بیجا قبضہ اٹھا کر ان کو اس بیجا
تحکم اور قبضہ سے آزادی دیدو اور میرے حوالے کردو)
[۸] فرمان کو نہ مانا اور پھر فرمان سے پشت پھیر کر اسی نافرمانی میں وہ لگا رہا۔
[۹] (پھر اس کو خدائے تعالیٰ نے دنیا و آخرت کی سزاؤں میں گرفتار کر دیا)
[۱۰] (خراب کرتے ہیں اپنے گھر اپنے ہاتھوں سے) [۱۱] پانچ نکلنے سے پہلا اخراج اور پہلی جلا وطنی۔
[۱۲] (ایسے کنایات و اشارات کو وہی سمجھیں گے جو عالم ہونگے)

ابن المقفع گوید کہ ملوک ہند را کتب حکمت بسی شتر کشیدندے پس بفرمود حکما را تا آں
مختصر کردند پس ہمہ دانایان را اتفاق افتاد بر چہار سخن یکے سخن ملوک است و آں عدل
است و یکے سخن رعیت است و آں طاعت است و یکے سخن تن است و آں ناخوردن
تا بوقت گرسنگی و یکے سخن روان است و آں سخن آں است کہ بخویشتن ننگرند حکمت نیز ہمہ
را بر سہ پایہ نہند ملک اندر چیست گفت نہ ملک بچہار چیز بپای شود یکے بہ نگاہ داشتن اطراف
و باز داشتن دشمن از خویشتن و عزیز داشتن دانایان و اہل فضل و عدل الخ[۱]

[۱] یہ انتخاب اور خلاصہ نہایت عجیب و غریب ہے ایک اونٹ کے بوجھ کی مقدار کا اندازہ کیا جائے تو اس اندازہ سے تیس اونٹ کا مجموعی بوجھ بہت بھاری بوجھ ہوتا ہے اگر یہ مجموعی بوجھ وزنی اشیاء کا ہو تو اس کا مجموعی وزن خدا جانے کتنا ہو اور اگر یہ مجموعی بوجھ تعدادی اشیاء کا ہو تو اسی طرح اسکی تعداد بھی خدا جانے کتنی ہو بہر حال اس قدر بوجھ کا وزن یا تعداد کوئی معمولی وزن یا معمولی تعداد نہیں ہوتی بلکہ نہایت بھاری وزن اور بھاری تعداد ہوتی ہے اور کتب منجملہ اشیائے تعدادی ہیں پھر جو کتابیں تیس اونٹ کا بوجھ ہونگی ان کی تعداد کس قدر بڑھی ہوئی ہوگی اور پھر اس تعداد کی کتابوں میں جو مضامین ہوں گے ان کی تعداد کا کیا حال ہوگا اور اس تعداد کے مضامین کے جو انواع و ابواب ہوں گے وہ بھی اسی طرح بے شمار ہوں گے اب اس قدر مضامین سے اس روح الارواح مضامین کے حاصل کرنے میں کیسی تحقیق در تحقیق اور تدقیق در تدقیق سے ان مضامین کے عوارض و توابع اور وسایل و ذرائع کو چھانٹتے اور چھانٹتے ہوئے اور ان سب کو اس روح الارواح میں ضم اور مندرج کرتے ہوئے اس روح الارواح مضامین کو حاصل کرنا پڑا ہوگا اگر غور کیجیے تو فی الحقیقت اس خلاصہ کی قابلیت بطفیل نبوت اور باثر نبوت (جو فاعل سے حاصل ہوتی ہے اور ہماری نبوت محمدیہ عربیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام تمام نبوتوں کی جامع ہے اور اوتیت جوامع الکلم کی کلامی اور مضمونی روح الارواح اسی نبوت مبارک کو دی گئی ہے یہاں سے مضامین کی روح کھینچنے کا سبق لیا جاتا ہے اور یہیں سے بلیغانہ انتخاب اور جامعانہ اختصار کی تعلیم ہوتی ہے۔ تمام عالم میں انتخاب بلیغ کا جو فوقانی مدرسہ ہے وہ یہی ایک (اوتیت جوامع الکلم) کا عربی مدرسہ ہے اور اس (ایک مدرسہ) کے سوا تمام عالم میں انتخاب کے جو مدارس ہیں وہ تحتانی ہیں۔

وامنی جہان از ریاست بادشاہ است واجب است بادشاہ را کہ با ریاست بود زیرا کہ سلطان خلیفہ خداوند است حد ہیبت را بدان جائے باید کہ چوں رعیت از دور او را بیند نیارد قیام کردن۔

بادشاہ این زمان را بدین ریاست وہیبت باید بود زیرا کہ این خلق نہ آنند کہ پیش ازیں بودند کہ زمانہ بے شرمان وبے ادبان وبے رحمان است نعوذ باللہ

اگر سلطان درمیانہ ایشان ضعیف بود بیک جہاں ویران شود بدین و دنیا زیرا کہ جور سلطان بصد سال چنداں زیاں نکند کہ یکسالہ جور رعیت الخ

بزرجمہر را پرسیدند کہ کدام سلطان پاکیزہ تر است گفت آنکہ پاکیزگان از وے ایمن باشند وگناہگاران از وے بترسند۔ اما سلطان بے سیاست را بچشم خلق خطر نبود الخ

باب ۸

شاہانہ مصروفیت اور شاہانہ نگرانی اور شاہانہ فرائض اور خدمات سرکاری کے قابل اشخاص سیاست کے ہیں

اما بادشاہ را نرد وشطرنج باختن و مے خوردن و گوے زدن حرام است زیرا کہ وے را از کارہا دار و ہر کارے را وقتے است۔ اما خسروان پیشین روز را بچہار قسم کردندے یک قسم از بہر پادشاہی نظر کردندے و مظلوماں را داد دادندے و یک قسم ایزد سبحانہ تعالیٰ را پرستیدندے وطاعت کردندے وقسم سوم خوردن وخفتن وازیں جہاں بہرہ گرفتن وشادی وخرمی کردن وقسم چہارم شکار کردن و چوگان زدن وانچہ بدیں ماند مشغول گشتندے۔

اما بہرام گور روزگار خویش بدو نیم کردہ بود یک نیمہ روز درکار مردمان بودے و یک

ا۔ اس وقت حضرت اعلیٰ کی سیاسی کاروائیاں حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے اصول پر مبنی اور موجودہ زمانہ کے لحاظ سے نہایت مستحسن بلکہ ضروری ہیں

نیمہ روز بیاسودے و اندر عصر بادشاہی ویسے کیسے روز تمام کار نہ کرے الخ

و بادشاہ باید کہ مملکت خویش راچناں تیار دارد کہ خانہ خویش را تا جہاں آباد آں بود الخ

و بادشاہ باید کہ شتاب زدہ نبود کہ حکیماں گفتہ اند سہ کار از سہ گروہ زشت بود تندی

از بادشاہان و حرص از عالمان بر مال دنیا و بخل از توانگران الخ

چہار چیز فریضہ است بر ملوک پاک کردن ملک خویش از بے اصلاں و آباداں داشتن

خردمنداں و نگہداشت کردن در ملک آرائے پیراں را و زیارت کردن در ملک

نیکاں را بہ کم کردن بداں چوں اوباش و بیباک وغیرہ

حکایت چوں عمر عبد العزیز بخلافت نشست نامہ نوشت بحسن بصری رحمۃ اللہ علیہ

وگفت اعنی باصحابک جواب فرستاد اما طالب الدنیا فلا خیر فیہ و ما طالب

الاخرۃ فلا یرغب فیک ولکن اکتف بذوی الانساب فانھم اذا لم یتقوا

یکرموا۔ گفت کسے را فرست از یاران خویش تا مارا دریں کار یاری کند جواب فرستاد کہ ابن حسن

کہ بتو فرستم از دو حال بیروں نبود اما طالب ایں جہاں ترا نصیحت نکند و طالب آں جہاں

باتو صحبت نکند ولیکن پیوند کن بخداوندان اصل کہ اگر پرہیز نکنند بارے مرداں را گرامی دارند

و اصل پاک ہرگز خطا نکند اما بادشاہ چناں باید کہ وزارت خویش و عملے از اعمال را بدست

ناسزایاں ندہد و در دست خداوندان اصل و نسب نہد کہ اگر بدست ناسزا دہد ملک خویش

بباد دہد و مملکت ویران شود و خلل بسیار پدید آید از ہر جانبے و از ہر روئے نعوذ باللہ من ذالک

مملکت کی خدمات وعہدہ جات کی تفویض کے لیے یہ جواب ایک بہت بڑا اصول ہے جس کی رعایت باذن اللہ

حافظ مملکت ہوتی ہے جب اس تصحیح نسبی سے خدمات کی تفویض ہو تو انشاء اللہ تعالیٰ انتظام مملکت میں خلل واقع

نہ ہوگا ورنہ بہت ہی درہمی برہمی کا اندیشہ ہے۔ اس اصول کی طرف حضرت اعلیٰ کی توجہ خاص مبذول ہو تو

اس سے مملکت کے مخلص نمک خوار اور صادق عقیدتمندوں کی ایک خاصی جماعت تیار ہوگی۔

مملکت کی خدمات کی تفویض کا بہت بڑا اصول

حضرت حسن بصری کی [illegible]

چنانکہ شاعر گوید ۔ خانہ کہ ویراں شود زاول پڑ نرکت ترک بنفید ازیں دیوار بہ دولت
کز خانہ بخواہد رفتن ۔ خود کار وہد بنا بسزا وار ۔

باب (۸۸)

شاہانہ ہمت اور بادشاہوں کے آداب خدمت اور نقل مضمون تحفۃ الابرار کی

اندر ہمت ملوک ۔ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ گفت نگر تا خسیس ہمت نباشی کہ ہیچ چیزے نزدیک مرد را از قدر افگندہ تر از دون ہمتی عمرو بن العاص گوید مرد خویشتن را آنجا کہ ہمت او دست رساند و اگر خود را عزیز دارد بلند شود و اگر خود را خوار دارد خوار شود و ... عزیز نشوند تا خویشتن را عزیز ندارند و کس ویرا مقدار ندارد تا وے قدر خویشتن ندارد و ... تن خویش را آں بود کہ با ناکساں نیامیزد و کارے کہ اندر خورِ وے نبود نکند و چیزے نگوید کہ ویرا براں عیب دارند ۔

اما ہمت و پردلی ملوک و مہتراں راست و ہر ملکے را کہ ایں خصلت نبودہ است ندیماں و وزیرانش بتکلف بیاموختند ۔

در آداب قیام نمودن بخدمت ملوک اعز اللہ انصارہم ہر کہ خدمت ملوک کند او را چند چیز باید تا شایستہ خدمت ملوک گردد ۔ شعر

ملہ اس تقریر سے ثابت ہوتا ہے کہ عزت کوئی بیرونی شئے نہیں ہے بلکہ وہ ایک خاص انسان کی اندرونی شئے ہے لہٰذا انسان کو اس کی تکمیل میں اس امر کی ضرورت نہیں ہوتی کہ محنت و مشقت اٹھا کر کہیں باہر سے اس کو کھینچ کھانچ کر لائے بلکہ وہ ایسی شئے ہے کہ جو خود اندرون انسان موجود ہے اور اس کا سررشتہ انسان کے دست قدرت میں دیا گیا ہے پھر ایسی چیز کا ضایع کرنا انسانی ہمت و شرافت کے بالکل خلاف ہے ۔

اذا خدمت الملوک فالبس من التوقی اعز ملبس
ادخل علیہم وانت اعمی واخرج اذا خرجت اخرس

نظم

ہر کہ خواہد کہ بود پیش سلاطین چو شمع
ہمچو شمع کش نگزیند زثبات قدمے
اوست آنکس کہ اگر تیغ نہندش بر سر
باید کہ پیش داشتہ زبان پوشش ہر چہ بیند ہمے
یعنی از آن کارش اگر زانکہ غلطے گیرد
گر مشوخود کہ نا گفتہ شندش بدمے

رباعی

گر گشتی خدمت ملوک طلب
شو ز آہستگی ہوش سلب
اندر آئی فراز کردہ دو چشم
بدر آئی فراز کردہ دو لب

و ہر کہ خدمت پادشاہ گستاخ آید عقوبت دستیزہ کار بود
اگر چہ فرزند شاہ است بیاید نشے گستاخی روا نیست در خدمت ایشاں
اگر پادشاہ را تو باشی نسب ہمی ترس از و کہ بیند از وے سبب
یہاں تک تو حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ کی کتاب تبر المسبوک کا خلاصہ مضمون
ختم ہوا اب مولانا ۔۔۔۔۔۔ جامی قدس السامی کی کتاب تحفۃ الاحرار سے
ان کی نظم پر غور نقل کیجاتی ہے جیسے امام غزالی رح نے اپنی کتاب تبر المسبوک میں
بادشاہ کو مخاطب فرمایا تھا اسی طرح مولانا جامی نے بھی اپنی کتاب سبحۃ الابرار میں نصیحت
سلاطین کے لیے ایک خاص عنوان قائم فرما کر اس (عنوان) میں بادشاہ کو مخاطب
فرمایا ہے مگر کتاب تبر المسبوک کی تالیف خاص بادشاہ کیلئے ہوی ہے لہذا وہ
من اولہ الی آخرہ خاص سلطنت کا دینی اور دنیوی دستور العمل ہے۔

اور کتاب سبحۃ الابرار تصوف اور مواعظ عام میں ہے مگر اس میں جیسے تصوف اور مواعظ کے علیحدہ علیحدہ مضامین کے لئے جدا جدا عنوان قائم کئے ہیں ویسے ہی سلطنت کے متعلقہ مضامین کے لئے بھی اس میں مسلسل تین مستقل عنوان قائم فرمائے ہیں جنمیں سے

پہلا عنوان سلاطین کی دولت خواہی میں ہے اور اس کے متصل

دوسرا عنوان ارکان دولت کی نصیحت و نیک خواہی میں ہے اور اس دوسرے عنوان سے متصل

تیسرا عنوان رعایا کی اس ہدایت میں ہے کہ وہ ہمیشہ سلاطین کے حق شناس اور ہمیشہ انکے اور ان کے مطیع و وابستہ رہیں۔ ہر چند یہاں مقصود اصلی تو پہلا عنوان ہے مگر اسکی ضمن میں اور دو عنوان بھی طبعاً نقل کئے جاتے ہیں پہلے عنوان کو مولانا جامی نے یوں منعقد فرمایا ہے

باب (۸۹)

سبحۃ الابرار کے بیسویں عقد میں جسمیں دولت خواہی سلاطین کا نایاب مضمون ہے

عقد بیستم

در دولت خواہی سلاطین کہ عدل ایشاں مایۂ آبادی است و ظلم ایشاں پیرایۂ ویرانی

اے بلند از قدمت پایۂ تخت
تاج را گوہر قو مایۂ بخت

کردہ از صبح ازل ہمرہ ہیت
سایۂ اش دولت ظل اللہیت

منصب خسرویت دادہ خدائے
کاہ ری قاعدۂ عدل بجائے

عرش را قاعده این قائمه است — شرع را قاعده زین مائده است

شه که از عدل نظر خنده پی است — خسروی واسطهٔ خیر و بیست

نامه جاه فنا انجام است — آنچه جاوید بماند نام است

جم ازین جام شد و جامش نماند — وز جم و جام بجز نام نماند

بلکه بگسست ز مردان هنرش — نام بگسست و گر گسسته شد

نیک اگرچه ز فنا گشته گم است — نام نکوش بقای دوم است

رشتهٔ عمر بسر نا گسیخت — باز دراز است که چون شد آخر بگسیخت

زیر این دائرهٔ دیر مدار — مدت نوح شد افزون ز هزار

لیکن امروز هزاران سال است — که جدا مانده از ان اقبال است

گنج شاهی که خداداد ترا — قیمت ملک بقا داد ترا

عدل یکساعته را ای بقیاس — شصت ساله عمل خیر شناس

خورده انصاف که این پایه کراست — بهر سود ابدی مایه کراست

گر بدین مایه زیان کار شوی — وای آن روز که هشیار شوی

رو مکن در صحبت دین داران کار — که خراب است ز بی دینان کار

اس شعر میں حدیث شریف کے مضمون کو ذکر فرمایا ہے جس میں بادشاہ کے عادلانہ عمل کا ادنیٰ حصہ اور زمانہ یعنی ایک گھڑی کا عمل یعنی زمانہ کے ساٹھ سال کے برابر (جو از ابتدا تا انتہا خیر ہی خیر میں بسر ہوتی) سمجھا گیا ہے۔ اس سے بادشاہ کے خاص شاہی عمل (یعنی عدل) کی اگرچہ وہ زمانہ اور مقدار میں تھوڑے سے تھوڑا کیوں نہ ہو عام اعمال (یعنی عام لوگوں کے تمام نیک اعمال) کو وہ زمانہ اور مقدار میں زیادہ سے زیادہ کیوں نہ ہوں پر فضیلت ثابت ہوتی ہے اسی وجہ سے حضرت جامی نے اس امر کو جتایا ہے کہ بجز بادشاہ کے ایسی پونجی کسی کو حاصل نہیں ہو سکتی لہذا اس پونجی کی سلطنت کی وسعت و ترقی اور اسکے استحکام و بقا اور اس کے علاوہ دنیا اور آخرت کے منافع بیشمار حاصل کرنے میں بادشاہ کو سستی نہ کرنی چاہیے۔ ان اشعار میں مولانا جامی نے شاہ عالیجاہ کو یہ بتایا ہے کہ کون اشخاص آپ کی مصاحبت کے قابل ہیں اور کون نا قابل اور یہ کہ مصاحب نا قابل سے بجز زیان کے اور کچھ حاصل نہیں۔

سلفگانے کہ سر افراختہ اند
بہر دنیا سے تو دیں باختہ اند

جاہلانند ہمہ جاہ طلب
خویشتن را علما کردہ لقب

چشمہا اند دریں تیرہ مغاک
گشتہ از جیفۂ دنیا ناپاک

جستن پاکی ازیں قوم خطا است
زآب ناپاک طہارت نہ رواست

بیخ ظلم از دل خود پاک بکن
شاخ ظالم بسیاست بشکن

بلکہ آں بیخ چو برکندہ شود
شاخ ناچار سر افگندہ شود

تیشہ بر بیخ چو رانی گستاخ
تازہ بر جائے کجا ماند شاخ

حیف باشد کہ دراں روز گراں
از تو پرسند گناہ دگراں

تیغ بر کش [illegible] از کینہ وری
بہ کہ باشد دلت از کینہ بری

خشم [illegible] شد [illegible] رواست
نارسیدہ ز رہ بحر رواست

چوں کشد آتش خشم تو علم
آب عفوش بزن از بحر کرم

تا نسوزی گہے از شعلۂ خویش
مشو آتش فگن خرمن خویش

خشم کز غیرت دیں شعلہ کش است
روشنی جستن ازاں شعلہ خوش است

گرچہ در چشم کساں شعلہ نما است
بر لب خضر وشاں آب بقا است

لیک اندر کشش خلق شتاب
کہ تانی است دریں کار صواب

ہر کہ سر شد بزمیں افگندہ
نشود جز بہ قیامت زندہ

مولانا جامی نے ان اشعار میں نفسانی غصہ سے دل کو پاک کرنے کی ہدایت فرمائی ہے اور فرمایا ہے کہ ایسے غصہ سے عقل کا زوال ہو جاتا ہے لہذا وہ شاہانہ طبیعت کے خلاف اور انتظام ملکی میں مخل اور مضر ہے
اس کے اوپر کے اشعار میں نفسانی غصہ کی برائی کا سلسلہ قائم فرمایا ہے جس سے اشتباہ ہوتا تھا کہ شاید غصہ مطلقاً مذموم ہو اور حالانکہ دینی غصہ مذموم نہیں بلکہ محمود و مطلوب ہے لہذا اس شعر اور اس کے متصلہ شعر میں دینی غصہ کو نفسانی غصہ سے ممیز اور مستثنیٰ فرما دیا تاکہ اشتباہ رفع ہو۔

[illegible]

وانکه زنده ست خود از خوے درشت	هر کهش خواهی بتوانی کشت
نرم باران بزراعت دهد آب	چون رسد سیل شود کشت خراب
گر ستم دیده از کشور تو	دادخواهان را برسد بر در تو
با تو مظلومی خود عرض کند	بر تو فریاد رسی فرض کند
بین کزان ظالم بی مثل	گر رود با تو چه آری بعمل
سختی روز جزا آسان کن	از برائے دگران هم آن کن
با اسیران به محنت شده بند	آنچه با خود نپسندی مپسند
گوشش بر قصهٔ محتاجان دار	کار حاجت طلبان زود گذار
تا بود حاجت حاجتمندان	نیست خوش طاعت دیگر چندان
همچو طاوس خود آرائے مباش	در خود آرائی خود رائے مباش

ان اشعار میں بادشاہ کو بذات خود مظلوموں کی جانب متوجہ ہوتے اور ان کی داد دینے اور ظالم سے ان (مظلوموں) کے انتقام لینے کی (جو سلطنت کا بہت بڑا اہم و اقدم فریضہ ہے) ہدایت فرمائی ہے۔

اس شعر اور اس کے لاحقہ شعر میں بادشاہ کو اس امر کی توجہ دلائی ہے کہ وہ بنفس نفیس اہل حاجات کی عرض و معروض سنا کریں اور جلد انکی حاجتیں پوری فرمایا کریں اور بیان فرمایا ہے کہ جب تک ان کو اس (حاجتمندوں کی حاجت روائی کے کام) سے فراغ نہ ہو اس وقت تک اس کام سے بڑھ کر ان کے لیے کوئی طاعت نہیں۔

اس شعر سے لیکر تحفت کے اور تین شعروں تک مولانا... جامی نے بادشاہ کو افراط سے اور تکلفانہ تجمل سے بازرہنے کی ہدایت فرمائی ہے اور بادشاہ کی اصلی زینت اور اصلی تجمل کا سراپا قائم فرمایا ہے اور اس شعر کے (ہر ساعت کر طاعت سوئے بندہ کم شو بہ کمر بندی کس) اس مصرع آخر میں کہ (بندہ کم شو بہ کمر بندی کس) اپنے کو اور اپنی سلطنت کو خاص و مستقل فرما لینے اور دارست و مداخلت اغیار سے اس کو بچا لینے اور ملک کے اندرونی یعنی ملکی فی الفنون سے اپنے نفس میں طبعی استغنا پیدا کر لینے کے سامان کا اشارہ فرمایا ہے یہ دعاگوئے مخلص بھی اپنے بادشاہ اسلام یادگار ملک نظام لازالت دولتہ قائمۃ الی یوم القیامۃ سے باادب ہم مولانا جامی کے اس شعر مبارک کا ذکر کرکے بخلوص عقیدت عرض کرتا ہے کہ دعاگوئے دولت کی تمنا ہے کہ خداوند عالم اس شعر مبارک کی طرف متوجہ فرمائی جائے گی اور اس شعر کے دو ہم شعر کا تعلق اور انکے تمام جوانب و جہات پیش نظر ہونگے اور وہ بعد وقت گرامی اور فکر بلند کا کچھ حصہ رائے اور لاحقہ احوال اور ان احوال کے قلب و اصلاح کی جانب اور حکیمانہ تدابیر میں مصروف فرمایا جائیگا اور اس تدبیر کے عملی اظہار میں شاہانہ عزم سے کام لیا جائے گا جو امر سلطنت کا مقصد اعظم ہو اگر ہوا تو وہی اس عملی اظہار کا عمدہ نتیجہ ہے اور وہ حضرت اعلیٰ سے مخفی نہیں ہے ۱۲

۱؎ مظلوموں اور اہل حاجت کی جانب بادشاہ کی توجہ و التفات کی ضرورت

افسر فرق تو لبس عنبر سجود | زیور دست تو زر بخشی وجود
بر میانت بکمر طاعت لبس | بندہ کمر شو بکمر بندی کس
کلہ از عدل وقبا پوشش زداد | بر تو این نکتہ فراموش مباد
زانکہ آبادی ملک از عدل است | از غم آزادی ملک از عدل است
تا رعیت ز ملک شاد نشد | ملک از سعی وے آباد نشد

یہاں تک پینتیسویں عقد میں مولانا جامی نے دولت خواہی سلاطین کا مضمون لکھا ہے اب اس (پینتیسویں) عقد کو ختم فرما کر اس کے بعد نیکخواہی ارکان دولت کے مضمون میں چھتیسواں عقد یوں قائم کرتے ہیں۔

باب (۹۰)

سبحۃ الابرار کے چھتیسویں عقد میں نیکخواہی ارکان دولت کا نادر مضمون ہے

عقد سی و ششم

در نیکخواہی ارکان دولت کہ میان پادشاہان و رعایا رابطہ اند و در وصول آثار عدل و ظلم واسطہ

اے ز قرب شہ شدہ پردہ ز دست | زین قرابت شدہ کس چو تو مست
زود باشد کہ دھد خوشنابہ | ساقی دورت ازین قرابہ
حق این قرب بشکر آر بجائے | قرب حق بر سر این قرب فزائے

مولانا جامی نے اس شعر اور اس کے لاحقہ شعر میں ارکان دولت کو قرب شاہی پر مغرور نہ ہونے کی تنبیہ فرمائی یہاں سے قرب شاہی کی شکر گزاری اور اس کے حقوق و وظائف کا بیان شروع ہوا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مقربان و ارکان دولت پر لازم ہے کہ وہ ہمیشہ بادشاہ کے ناصح مخلص بنے رہیں اور ہر پہلو سے بادشا

چیست شکر و این کرم و لطف شگرف | در رضا جوئی حق کردن صرف
شاه اگر خنجر خوں ریز شود | بهر آزار کساں تیز شود
سخت روئی چو سپر پیش آری | رحم بر بیگنهش نگذاری
وگر او برق فروزاں گردد | وز غضب آتش سوزاں گردد
نباید از تو که از و تاب زنی | بلکه بر آتش او آب زنی
اہل حاجت چو در جود زنند | دم ز اندیشهٔ مقصود زنند
اگر او راه خساست سپرد | بخل را عقل و کیاست شمرد
تو سوئے جود کنی رہبریش | رو با احسان عطا آوریش
وگر او پشت بانصاف کند | در عطا و کرم اسراف کند
تو در اصلاح تک و پوئے کنی | بطریق وسطش روئے کنی
وگر او راه طبیعت گیرد | ترک قانون شریعت گیرد
باز داری ز طبیعت رویش | هادی دین شریعت سویش

(بقیہ حاشیہ گذشتہ) کی دینی اور دنیوی بہبودی اور ملک و رعیت کی صلاح و فلاح میں کوشاں رہیں اس قسم کے ارکان دولت اولوالعزم اور عالی ظرف وزراء دولت کے ارکان حقیقی اور نمک حلال اور بادشاہ کے سچے خیرخواہ ہوتے ہیں نہ یہ کہ صرف اپنی جاہ و قرب کی اغراض یا محض اس کی ظاہری اور سطحی رسوم و آئین (ان مقربان و ارکان دولت) کے پیش نظر ہوں اور فقط ان اغراض نفسانی کی نگہداشت یا ان ظاہری رسوم و آئین کی پابندی کے سوا ان کو قرب سلطنت اور رعیت و دولت کے اصلی اغراض اور معنوی جہات سے کچھ سروکار نہ ہو اور بادشاہ کی نصیحت اور انکی اصلاح معاملات کی مصروفیت کو سوء ادبی اور آئین قرب کے خلاف جانے اور ان (بادشاہوں) کی کسی بات یا کسی معاملہ کے درپے اصلاح و تدارک رہنے کو وہ جرأت و گستاخی سمجھیں اس قسم کے مقربان ارکان دولت کم ظرف و پست فطرت اور نکمے اور برائے نام دولت کے ارکان ہوتے ہیں اور بجائے اس کے کہ ان پر رکن دولت ہونا صادق ہو سکے فی الحقیقت انکی رکنیت محض ایک سراب اور حباب کی صورت رکھتی ہے اور حقیقت و معنی سے بالکل عاری ہے اور اس بنا پر ایک لمحہ کے لیے بھی وہ اپنی رکنیت پر بحال اور قائم رکھنے کے قابل نہیں ہیں۔

وگر او ز اجبر ظالم نہ شود — باعث رد مظالم نہ شود
تو بداں زجبر کنی انگیزشش — سازی از بہر مظالم تیزشش
ایں بود رسم و رہ آگاہی — شاہ را صورت و دولت خواہی
نہ کہ در ناپسند و یکش یار شوی — در شر و شور مددگار شوی
ہر چہ خواہد دل او آں خواہی — عالمے را ز ستم جاں کاہی
ظلم را قاعدۂ شوم نہی — بار برگردن مظلوم نہی
دیں فروشی و دیانت وانی — کفر ورزی و کفایت خوانی
کافی آری و ایں پنہاں نیست — کز کفایت دہ تو و کشتہ دو بیت
تخم شیریں نگنی در شورہ — رونق دیں شکنی از تو رہ
خوان صد مظلمہ آری سوئیش — تا شکم پر کنی از پہلوئیش
ہمچو روبہ کہ ز کوتہ نظری — از چہ آگاہ بصید حیلہ گری
گاو را در نظر شیر برد — تا ز پس ماندۂ او سیر خورد
دیں خود جملہ بدنیا دادی — طرفہ کز دنیا ہم ناشادی
می سزد گر نہدت طبع مرام — خسر الدنیا و الآخرہ نام
پیش ازیں نیز سلاطیں بودند — کہ ہمہ صاحب تمکیں بودند

یہاں سے مقربان سلطنت کی اس روش کا ذکر شروع ہوتا ہے جو تقرب شاہی کی شکر گزاری اور اس کے حقوق و فرائض کے بالکل منافی ہے۔
مقربان سلطنت کی نامناسب روش کے بیان کو اس شعر پر ختم فرمایا ہے جس میں انکی غیر مناسب روش کی بدنامی اور بد انجامی کا (جسکی اوپر کوئی بدنامی اور بد انجامی نہیں ہے) ذکر ہے گویا کہ گویا جو بد انجامی اس قسم کے مقربان سلطنت کے حصہ میں آئی ہے یہاں بیان تا اس بیان کا انجام اسی بد انجامی کے ذکر پر ہوا ہے جو خالی از لطف نہیں ہے۔ چونکہ واقعات و نظائر امورات حقیقیہ کے مظاہر ہوتے ہیں لہذا

بود شاں کارگذاراں ویں پیش — ہمہ پاکیزہ دل و نیک اندیش
نیاے خود تیغ دیں کردہ — رسم دیں پروری آئین کردہ
برگرفتہ ز میاں بہرۂ خویش — کردہ مرآت صفا چہرۂ خویش
گشتہ از عاقبت کار آگاہ — غم خور خلق و نصیحت گر شاہ
چوں یکے نکتہ بشاہے گفتے — شاہ ازاں نکتہ چو گل بشگفتے
دل ز آلایش غفلت شستے — زاں سپس نکتۂ دیگر جستے

مولانا ۔ ۔ ۔ جامی نے نیک خواہی ارکان دولت کے مضمون کو یہاں ختم فرمادیا اب اس کے بعد سینتیسویں عقد میں حضرات سلاطین کی حق شناسی اور شکر گزاری کا مضمون بیان فرما کر اسی پر سلطنت کے متعلقہ مضامین ختم فرماتے ہیں اور وہ عقد یہ ہے

باب ۹۱

بیان آنکہ رسول درین عقد حسن ابیات فصاحت و بلاغت کے ساتھ رعایا کو سلاطین کی عقیدت

عقد سی و ہفتم

در آنچہ لازم رعایاست از حق شناسی و شکر گزاری سلاطین عادل

رعیت پر سلاطین کی حق شناسی و شکر گزاری لازم ہے

مولانا ۔ ۔ ۔ جامی ۔ ۔ ۔ یہاں سے قرب شاہی کے فرائض حقیقیہ کو واقعات و نظائر کے مقام میں لائے تا ان فرائض حقیقیہ کا خوب ظہور ہو اور عبرت حاصل کرنے میں اس سے بڑی تائید ملے اور معلوم ہو کہ مقربان سلطنت اور ارکان دولت اس شان کے ہوتے ہیں اور جنکی شان اس کے خلاف ہو وہ صرف رسمی اور اسمی مقرب ہیں نہ حقیقی اور معنوی ۔ اس عقد کے مضمون میں یہ ناظرین

اے شدہ درین تنگ قضا گشتہ اسیر | زیر تیغ و قلم شاہ و وزیر
کہ ز تیغ ستمے ہیچو قلم | فرق سر شق شدہ از رنج و الم
گہ ز بر خم قلمے ہیچو تیغ | غرق خوں ماندہ افسوس و دریغ
جگرے گیر بدنداں شب و روز | باش خرم و خنداں شب و روز
پردہ تنگدلی ساز مکن | داستان گلہ آغاز مکن
ہیچو زخم از اثر تیغ مخند | لوح ساں نقش قلم را مپسند
نفع شہ بیش بود از ضررش | خیر او نیز ہم افزوں ز شرش
شکر نفعش چو نگفتی ہرگز | چوں گل از وے نشگفتی ہرگز
ایں ہمہ از ضرر او گلہ چیست | خیر او بیں ز شر او گلہ چیست
گنج بے رنج نہ پیدا است کسے | گل بے خار نچیدا است کسے

مستقل کتاب مسمیٰ بہ منتہی الکلام فی اطاعۃ حضرت النظام (جو بیشگاہ اقدس کی مقبولہ ہے) لکھی ہے اور اس میں اپنی وسعت کے موافق اس عقد کے مضمون کا حق ادا کیا ہے اور ہمیشہ خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کی یہ التجا ہے کہ خدائے تعالیٰ ہمارے برادران اسلام اور جملہ رعایائے حضرت نظام کو اس کے موافق پابند ہونے اور عمل آوری کرنے کی توفیق عطا فرمائے!

ان چھ اشعار میں مولانا جامی نے رعایا کو اس امر کی ہدایت فرمائی ہے کہ اگر سلاطین نے انکی جان تک بھی نوبت پہنچا دی ہے تو اس وقت بھی حضرات سلاطین سے شکایت اور گلہ کرنے کی جگہ وہ رضا و تسلیم اور فرحت و مسرت کا ہی اظہار کریں چہ جائیکہ محض اپنی اغراض کی پیروی اور اپنی ہوائے نفسانی کے اتباع سے حضرت سلاطین کی شکایتوں سے اپنی زبان آلودہ کریں ایسے لوگ شوم اور نحس اور اپنی شومی اور نحوست کی وجہ سے قابل دفع و استیصال ہوتے ہیں۔

شعر او نیز با بعد کے دونوں شعروں میں مولانا جامی نے یہ بیان فرمایا ہے کہ وجود شاہی کے منافع اور بھلائیاں ہوتی ہیں ان کے مقابل بادشاہ کے ضرر و شر قابل اعتبار و شمار نہیں ہو سکتے بلکہ کالعدم سمجھے جاتے ہیں لہذا جب منافع شاہی کو سمجھ بوجھ کر اسکی شکر گزاری ہی نہ کی جائے اور ان منافع کے حقوق ادا کرنے کی نوبت ہی نہ پہنچے تو پھر ان کے ضرر کا (جو ان کے منافع کے مقابل کالعدم سمجھے جاتے ہیں) کب

گر نہ شہ داور عالم بودے — کار عالم ہمہ درہم بودے
گر شبان پاس ندارد رمہ را — گرگ از پای درآرد ہمہ را
باغبان گر نہ زند بانگ بہ باغ — قرص انجیر شود نان کلاغ
تیغ او گر نبیان سد نہ شود — کہ یاجوج فتن رد نہ شود
رمح او شاخ سعادت ثمر است — کہ از و کام عمل میوہ خور است
خود او بیضۂ سیمرغ ظفر — طائر نصرت از انجا زدہ پر
برق او زرۂ پر خم و تاب — چشمۂ سار ز جسم مردان آب
تیغ او مرغ پران سوے لبوے — نامۂ مرگ بر بجان عدوے
بر کمانش کہ ز ہر گوشہ زہ است — رو بہ میدان ظفر تو شدہ است
افسرش کنگرۂ دولت تست — کمرش بستہ پے خدمت تست
قہر او گر نشود شحنۂ شہر — شہد در کام کسان گردد زہر
خلق او گر نشود لطف طلسم — بگسلد رابطۂ روح ز جسم
در حضر روشنی جاہت از وست — در سفر ایمنی راحت از وست

گلہ کر سکتے ہیں حاصل یہ کہ جب بادشاہ کے منافع اور ان کے مفاسد دونوں دیکھے جائیں اور شکر اور گلہ کے لیے وہ دونوں جمع کیے جائیں تو بغیر اس کے کہ ان کے شر سے قطع نظر کر کے صرف ان کے منافع پیش نظر ہوں اور اسکی شکرگزاری کی جاے اور ان کے ضرر کی شکایت نہ کی جاے گزیر نہیں ہوتا۔

اس شعر میں منافع شاہی کو گنج اور گل سے تشبیہ دی ہے اور مضار شاہی کو رنج و خار سے (جو حصول گنج و گل کی تکالیف راہ ہیں) پھر جیسے گنج و گل کے حصول کے لیے رنج و خار کی ہرگز پروا نہیں ہوتی اور اوس گنج و گل کی راحت کے سامنے اس رنج و خار کی مشقت ہیچ سمجھی جاتی ہے علی ہذا بادشاہی منافع کے مقابل (جو مثل گنج و گل ہیں) انکے مفاسد (جو مثل رنج و خار ہیں) ہیچ ہیں مصلحان قوم و ملت کے خیالات و ہدایات یوں ہوا کرتے ہیں یہاں سے بادشاہ کی ضرورت اور انکی عظمت و جلالت اور دین و دنیا اور انسان کی آسایش و بقا کے

بادشاہی اصلاحات اور انہیں کے وجود سے ...

سوے تو ظلم ازو کرہ کرد — دست ظلم دگراں کوتہ کرد
تخم روزیست کہ دہقاں کارد — مکنت از بازوے سلطاں دارد
تاجراں رخت کہ از رہ آرند — سوئے شہر از مدد شہ ارند
پاسبان شب ازو زوو لیست — حارس روز تو بے مزد و لیست
خویش و بیگانہ ازو قافلہ — راہ و بے راہ ازو قافلہ رو
سنت و شرع ازو پشت قوی — شرع داں نہ و بلدی و بدوی
مسجد و منبر ازو معمور است — دین و دولت ز خرابی دور است
ایں ہمہ کارگر و کارگری — نیست جز بہر تو چوں درنگری
قدر ہر یک کہ شمردم شناس — پیشہ کن قاعدہ شکر و سپاس
از برائے تو یکے کارگزار — گر ز بے مزد کند ایں ہمہ کار

تمام جزوی و کلی اسباب و سامان مہیا کرنے اور انکے انجام دینے میں انکے وجود کی ضرورت کا بیان شروع ہوا ہے اور عاجز نے اس بیان کو کتاب منتہی الکلام میں خوب مفصل لکھا ہے اور بر محل اس کا کچھ بیان اس کتاب میں بھی آگیا ہے۔

یہاں تک وجود شاہی کے بیشمار فواید و منافع اور حضرت شاہی کے بےحساب احسانات و کرم کا بیان کر کے اب اس شعر اور اس کے تحتانی شعر میں اس امر کا اظہار فرمایا جا رہا ہے کہ وجود سلطانی کے ذریعہ اس قدر کارگزاری اور کارسازی جو ہو رہی ہے وہ ذات سلطانی کے لئے نہیں ہے بلکہ یہ سب کچھ رعایا اور مخلوق خداوند تعالیٰ کی آسایش و نفع رسانی کے لیے ہے اور پھر اس کے بعد یہ جتایا جا رہا ہے کہ وجود بادشاہی کے جو جو منافع اور ان کے جو جو احسانات میں نے گن گن کر بتائے ہیں ان میں سے ہر ایک نفع اور ہر ایک احسان کی قدر کرو اور بادشاہی کی شکرگزاری اور منت داری کو اپنا پیشہ بناؤ تاکہ وہ شکرگزاری (مثل پیشہ) کبھی تم سے جدا نہ ہو۔

اور پھر ان دو شعروں کے تین تحتانی شعروں میں بذریعہ تمثیل جتایا جا رہا ہے کہ تمام رعایا صرف

گر دو صد گنج گہر افشانی — عوض یک روزہ او نتوانی
نیست ہر نقد کہ گیرد ز تو شاہ — عوض یک کار بر کار آگاہ
این ہمہ نالہ و فریاد تو چیست — این ہمہ طعنہ و بیداد تو چیست
گر چہ پیش تو بود ظلم نمائے — شاید آن عدل بود پیش خدائے
اے بسا عدل کہ دارے جہاں — گردہ در صورت ظلم است نہاں

بادشاہ کے ایک ہی روز یا اس سے بھی کم ان کے ایک ہی کام ۔۔۔۔ کا عوض ادا کرنے سے بھی عاجز ہے چہ جائیکہ ان کے تمام کاموں یا ان کی بادشاہی کی تمام مدت کا عوض ادا کر سکیں۔

جب بادشاہوں کے منافع و احسانات کا بخوبی ثبوت ہو گیا اور اس ثبوت کے بعد بادشاہ کی شکر گزاری اور ان کے ساتھ وابستگی واجب ہونے کا قطعی فیصلہ ہو چکا تو اب باوجود اس ثبوت اور فیصلے کے بادشاہ کی شکایت کرنی اور خلاف حق و خلاف انصاف ان کے حق میں طعنہ کرنا صرف جاہلانہ اور معاندانہ کارروائی ہے لہذا اس شعر میں مولانا ۔۔۔۔۔ جامی نے بادشاہوں کے حق میں ایسے جاہلانہ اور معاندانہ شکایت اور طعنہ کرنے والوں کی نسبت حیرت ظاہر فرمائی ہے۔

ان دو شعروں میں مولانا ۔۔۔ جامی کی غرض یہ ہے کہ اگر بادشاہ کی کوئی کارروائی بصورت ظلم ظاہر ہو تو اس وقت بھی اس کی نسبت حسن ظن رکھنا چاہئے اور یہ سمجھنا چاہیے کہ شاید اس کے اندر عدل ہو کیونکہ ایسے بہت سے واقعات ہیں کہ جو بظاہر ظلم دکھائی دیتے ہیں مگر فی الحقیقت وہ سراسر عدل ہیں جن سے خدا تعالیٰ کو انصاف اور داد رسانی اور حق رسانی منظور ہوتی ہے اس بنا پر بادشاہی ظلم بھی اس امر پر محمول کیا جائے کہ شاید خدائے تعالیٰ کو ان (بادشاہ) کی اس صورت ظلم کے ذریعہ باطن میں انصاف اور داد رسانی منظور ہو بہر حال مولانا ۔۔۔ جامی نے اپنی تقریر میں بادشاہ کی شکر گزاری اور انکی اطاعت و وابستگی کا بیان اس کے معراج کمال پر پہنچا دیا ہے اور اس بیان کا حق بخوبی ادا فرمایا ہے۔

بادشاہی احسانات و منافع کے مقابل بادشاہی ضرر قابل درگذر ہیں۔

دعا گوئے رضا جو

حبیب احمد برنجی مولف کتاب قوانین الانتظام و اعظم الاخلاق وغیرہ

خاتمہ

از طرف عبد قاصر محمد عبد القادر کاتب و مالک و مہتمم خورشید پریس

(۱) حضرت مولوی حاجی حبیب اللہ صاحب برزنجی مولف کتاب قوانین الانتظام للممالک النظام معہ مقدمہ و کتاب منتہی الکلام فی اطاعۃ حضرت النظام معہ مقدمہ وغیرہا کی دینی تالیفات سے (جس کی تعداد اس وقت تک پچیس ہے اور جو سلطنت کے اکابر فضلا اور عماید و اراکین کی مسلمہ ہیں) نیز انکی مذہبی تحریکات وتذکرات سے (جن سے ان کا کوئی وقت خالی نہیں اور انکے اوقات اس عزیز کام سے معمور رہتے ہیں) ظاہر ہے کہ دین ومذہب خاص آپکی فطرت وسرشت ہے جو عملاً ان سے ظاہر ہوتی جاتی ہے اور بغیر اس کے ایک لحظہ ان کو سکون وقرار نہیں۔

(۲) رائے اقدس و اعلیٰ پر مخفی نہیں ہے کہ عند اللہ اور عند الناس بمقدار عمل آدمی کی قدر و منزلت اور اس کی ترجیح ہوتی ہے اور سادات وشرفا عہدہ داران وما ہوار یابان مشروط الخدمت کے علاوہ بلاشرط خدمت حضرت اقدس و اعلیٰ کی شاہانہ قدر دانی سے سرفراز ہوئے ہیں ان میں سے کسی نے سلطنت کی اس طرح دینی اور علمی خدمت کا فریضہ کماحقہٗ بجا نہیں لایا جس طرح مولوی صاحب موصوف نے بجالایا اس کا ثبوت خود انکی تالیفات ہیں جن سے مولوی صاحب موصوف کی

ترجیح کا کافی موازنہ ہوتا ہے۔

(۳) عہد آصفیہ کے سلسلۂ تالیفات میں موضوع خاص (یعنی خیر خواہی سلطنت اور قومی نصیحت) پر انکی عمدہ تالیفات اس عہد مبارک میں انکے افتخار و امتیاز کا بہت بڑا سرمایہ ہیں۔

(۴) اس بنا پر مولوی صاحب ممدوح فی نفس الامر اس ملک میں ایسا امتیاز خاص اور سلطنت کے ساتھ ان کو ایسی مخصوص و ممتاز نسبت ہے جو دوسروں کو نہیں لہذا بہ تفضلات شاہانہ وہ اس امر کے مستحق ہیں کہ انکی قدرشناسی بھی اسی امتیاز کے ساتھ ہو وہ بدرجۂ آخر یہاں کے ممتاز علماء و مشایخین سے تو کبھی انکی قدردانی کم نہ ہو۔

(۵) اور حضور اعلیٰ اور شہزادگان بلند اقبال اور قیام بقائے سلطنت کے حق میں علی الدوام قالاً و حالاً و عملاً بجا معیت دعا وہ مصروف دعا رہیں گے۔

(۶) اور ایسی جامع دعا اور ایسا جامع داعی منجملہ لوازم سلطنت اسلامیہ ہے اور خصوصاً ابتدائے سلطنت اسلامیہ آصفیہ سے اتبک حضرات سلاطین آصفیہ نے اس دعا اور داعی کو اپنی سلطنت کا جزو اعظم قرار دیا ہے اور اسکو سلطنت کا مدار علیہ جانا ہے چنانچہ حضرت مغفرت مآب آصفجاہ اولیٰ بانی سلطنت آصفیہ کی وصایائے مبارک سے (جو بنام وصایائے آصفجاہی مطبوع و شایع اور ہند و دکن کی تواریخ میں مذکور ہیں) ظاہر ہے اور من بعد اسی وصیت پر حضرات سلاطین آصفیہ طیب اللہ ثراہم کا عملدرآمد رہا ہے اور حضرت اعلیٰ اطال اللہ بقاءہ و خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ نے بہ ترقی و اضافہ اسکو بحال اور قائم رکھا ہے۔

(۷) اور ہند و دکن کے اکابر علما و عابدین نے لفظ بہ لفظ ان سب کو مانا اور سلطنت ص ۴ اور ملک و ملت کے حق میں انکے غایت مفید ہونے کی تصدیق فرمائی چنانچہ عالیجناب نواب فضیلت جنگ مرحوم اور مولوی محمد احمد صاحب مفتی عدالت العالیہ اور مولوی خیر المبین صاحب واعظ وغیرہم کی تقریظات (دیکھئے تقول کتاب ہذا میں مرقوم ہے) ظاہر ہے۔

ہندوستان تک پہنچ گیا چنانچہ مولانا مولوی حافظ اشرف علی صاحب تھانوی اور مولوی حافظ محمد احمد صاحب دیوبندی صاحبزادہ مولانا محمد قاسم صاحب مرحوم جیسے سچے اور مشہور ہندوستان کے علمانے انکے تدین تقدس اور انکے حسب نسب کا اظہار فرمایا ہے اور انکی کتاب قوانین الانتظام لمالک النظام معہ مقدمہ اور کتاب منتہی الکلام فی اطاعۃ حضرت النظام معہ مقدمہ ہر چہار کتب کو نہایت پسند کیا ہے۔ حبیب صاحب معز کے پاس انکی خاندانی شرافت اور انکے ذاتی علم وکمال کے علاوہ انکی خاندانی تالیفات وتعلیمات کا ذخیرہ اور مختلف دول وممالک کے ذاتی تجارب کا مجموعہ ملک وملت کے لیے نہایت نافع وکارگر ہے۔

اسی حاوی ومحیط نظر سے قوم وملت [illegible] ہیں کوشش کرنی اپنے آقائے نامدار احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبی اور علمی وراثت سے اس خاندان بزرگ تک پہنچا ہے جس میں انکی مصروفیت مسلسلاً چلی آرہی ہے اب حبیب صاحب معز کی اسی موروثی مصروفیت نے اپنی باریک بیں دوربیں اور رفیع ومحیط نظر سے ہر ایک جوڑ ضرورتوں اور نیز تمام مخفی اور پیچیدہ راستوں کا احساس واحاطہ فرما کر اپنے عزیز وقت کو اس مبارک حکومت خلدہا اللہ تعالیٰ کی خدمت اور ملک وملت کی اصلاح میں مشغول رکھا ہے۔

پہلی کتاب معہ مقدمہ اس کتاب میں انھوں نے نہایت مرغوب اور دلچسپ طریقہ سے اس طرح خدمت سلطنت بجا لائی ہے کہ جس میں ملکی قوانین کا اور اعلیٰحضرت کی ذات بابرکت کی حفاظت وصحت کی تدبیر کا کوئی دقیقہ نہیں چھوڑا۔

دوسری کتاب معہ مقدمہ جو بالکل اسم بامسمیٰ ہے اور جس میں اعلیٰ حضرت کی اطاعت اور انکے احکامات وانتظامات کے روبرو مودب ہونے اور سرتسلیم خم رکھنے کی نسبت قوم اور ملک کو ایسی ہدایت ہے کہ جس سے بڑھکر اس بارے میں کوئی ہدایت نہیں ہوسکتی۔ گویا مولف نے رعایا کو اپنے شاہ عالیجاہ سے وابستہ کرنے کیلئے غیبی مدارس میں علم بیان کا سبق پڑھا۔ اور اس علم کی وہاں سے سند حاصل کرکے یہ کتاب لکھی۔ اس کتاب کا طرز خاص اور اسکی جدید روش مولف کی نسبت یہ غیبی امداد اور غیبی تعلیم ہونی ظاہر کر رہی ہے

خلاصہ یہ کہ قوم کی اصلاح وفلاح میں حبیب صاحب معز کے بہت تالیفات ہیں سب کی سب نہایت نادر وقابل قدر ولائق دید ہیں۔ کتاب منتہی الکلام کے لئے حکومت کی وسعت وترقی کا بالکل مہیا مادہ ہے صرف انتظار اس مادہ کو قوت سے فعلیت کیطرف لانے کا ہے۔

چونکہ میں بہ دل وجان اس مبارک حکومت کے سچے ہوا خواہوں اور جان نثاروں میں شامل ہونے کا فخر رکھتا ہوں اور معہذا محب قوم ہوں اور نیز عزیز ونفیس چیز ایک لحظہ بھی اخفا نہیں ہوسکتی لہذا مجھے بغیر اس کے کہ حبیب صاحب معز کو اور ان کے قابل قدر کاموں کو اور انکی ان مخلصانہ تالیفات کو ظاہر

کروں چین نہ ہوا اس بنا پر حبیب صاحب مصنف کا مختصر حال اور مجمل طور پر انکی مشغولیت و مصروفیت اور انکے بالکل تیار شدہ تالیفات لکھدیں تاکہ قومی اور ملکی بھائی اون سے واقف اور انسے مستفید و مستفیض ہونے کے لیے مستعد ہو جائیں اور بہ دل و جان انکی اشاعت کے لئے بارگاہ الٰہی میں التجا کریں۔ لَا خَیْرَ فِی کَثِیْرٍ مِّنْ نَّجْوٰھُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍ بَیْنَ النَّاسِ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِکَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِیْهِ اَجْرًا عَظِیْمًا۔ ان کے بہت سے مشوروں اور باتوں اور مجلسوں میں بھلائی نہیں البتہ ان مشوروں اور مجلسوں میں بھلائی ہے جو مخلصانہ امداد و اعانت کے لئے یا اور کسی قسم کی بھلائی کے لئے یا لوگوں کی اصلاح اور ان میں باہم اتفاق پیدا کرنے کے لیے ہوں اور جنہوں نے ان باتوں کے لئے خالصاً لوجہ اللہ بلا کسی نفسانی غرض کے مشورے کیے یا مجلسیں منعقد کیں تو ہم ضرور ان کو ایسے مشوروں اور ایسی مجلسوں کا بہت بڑا اجر و صلہ دیں گے۔ واصلحوا ذات بینکم واطیعوا اللہ ورسولہ ان کنتم مومنین۔ اپنی حالتوں کو سدھارو اور باہم اتفاق رکھو اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری (حکومت کی فرمانبرداری جس کے ساتھ ساتھ ہے) کرو اگر ایمان رکھتے ہو۔ ۲۲ر آذر ۱۳۲۳ف

تقریظ مولانا الحاج الواعظ عالیجناب مولوی محمد حیدر ابن المبین صاحب

جناب مولانا مولوی حبیب احمد برزنجی صاحب کا حسب و نسب اور انکی دینی استقامت اور اسکے ساتھ انکی سیر و سیاحت ملک و ملت کیلئے نہایت نافع ہے قومی ہمدردی اور حکومت کے ساتھ خلوص و وفا شعاری ایسے ہی بزرگوں کا شعار ہوتا ہے جس کا مشاہدہ حبیب صاحب مصنف سے ہو رہا ہے چنانچہ انکی سب تالیفات اسی ہمدردی اور خلوص و وفا شعاری سے تالیف کی گئی ہیں گویا انکی ہمدردانہ اور وفا شعارانہ فطرت نے انکو ان کتابوں کی تالیف پر مجبور کر کے ایسی ان کتابوں کی تالیف کروائی منجملہ کتاب اعظم الاخلاق علمی جہت سے وہ اپنی ہمعصر تالیفات پر مرتبۃً فائق و ممتاز ہے اور اس کا منشا خاص قومی و ملکی اصلاح و فلاح ہے انکے کتب و رسایل سے ثابت ہوتا ہے کہ انکی روحانیت اپنے بعد کا زمانہ اور اسکے تمام ضروریات کو دیکھ رہی تھی جس کے اوپر انہوں نے اپنے تالیفات مرتب کیں اب اس کی اشاعت صرف اعلیحضرت دام عمرہ و اقبالہ و خلد اللہ ملکہ کی مقبولیت پر منحصر اور اسی کی منتظر ہے۔

تقریظ عالیجناب راجہ راجگان راجہ فتح نواز ونت بہادر صدر المہام مال سرکار عالی

مولوی حبیب احمد صاحب برزنجی نے اعظم الاخلاق تصنیف فرمائے ہیں کل تو نہیں اس کو جا بجا سے بغور مطالعہ کیا اس تصنیف سے درجہ اعلیٰ کی لیاقت علمی ظاہر ہوتی ہے رسالہ اشرف المضمون من مقدمہ ابن خلدون بھی اونکی تصنیف اسی قماش کی ہے اس ضعیفی پر اس قدر محنت اٹھانا انھیں کا کام ہے۔ امید قوی ہے کہ پبلک اور علما و حکما اس کی قدر کرینگے۔ شرحہ بخط مرلیدھر

۱۲ ربیع المنور ۱۳۳۵ھ